مخدوم جہاںؒ



مرتبہ:
جمال احمد فردوسی

مخدوم جہاں

سلطان المحققین حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ

(۶۶۱ھ - ۷۸۲ھ) :: (۱۲۶۳ء - ۱۳۸۰ء)

مرتبہ
جمال احمد فردوسی

ناشر : مکتبہ شرف، خانقاہ معظم، بہار شریف، نالندہ

© ناشر

نام کتاب : مخدوم جہاںؒ

مرتبہ : جمال احمد فردوسی

تعداد اشاعت : ۲ ہزار

سن اشاعت : ۲۰۰۰ء/۱۴۲۰ھ

ناشر : مکتبہ شرف، بیت الشرف، خانقاہ معظم، بہار شریف، نالندہ

فون : 06112 - 22185/24346

کتابت کمپیوٹر : معمی کمپیوٹر اور اریوگراف کمپیوٹر،

آریہ کمار روڈ، مچھواٹولی، پٹنہ-۴، فون نمبر :656422

: زیرنگرانی : سید فیروز احمد فردوسی وکٹر آرٹ اینڈ پرنٹ ۲۷، ۳ بی، کنٹو فرلین کلکتہ ۱۴

قیمت : -/Rs. 35

ملنے کا پتہ : مکتبہ شرف، خانقاہ معظم، بہار شریف، نالندہ-۸۰۳۱۰۱

نعمت کریم اسٹور، جامع مسجد، بہار شریف، نالندہ

شرف بک ڈپو، بڑی درگاہ، بہار شریف، نالندہ

سہراب بک ڈپو، جامع مسجد ریلوے اسٹیشن، پٹنہ جنکشن

پرویز بک ہاؤس، سبزی باغ، پٹنہ

بسم اللہ امپوریم، صدر گلی، پٹنہ سیٹی

دارالاشاعت اسلامیہ، نمبر ۸۷ کولوٹولہ اسٹریٹ، کلکتہ، نمبر ۷۳

خانقاہ فردوسیہ ۱۸ لنٹن اسٹیریٹ، کلکتہ-700014

خط و کتابت کا پتہ : مکتبہ شرف بیت الشرف خانقاہ معظم، بہار شریف، نالندہ (بہار)

سرورق کی تصویر روضۂ حضرت مخدوم جہاں * تری مورتی اسٹوڈیو رانچی روڈ (بہار شریف)

فہرست		صفحہ نمبر

حرف آغاز

یہ خطۂ بہار کی خوش قسمتی رہی ہے کہ یہاں سے ہزارون عہد ساز شخصیتیں معرضِ وجود میں آئی ہیں جنہوں نے کفر وضلالت کی تاریکی سے لوگوں کو نکال کر اسلام کی اُس روشنی میں لانے کی کوشش کی ہے جو دنیاو آخرت کی فلاح کی بنیاد ہے۔ اور یہ بات بھی بغیر کسی تذبذب کے کہی جا سکتی ہے کہ ان داعیانِ الی اللہ میں سب سے بلند مرتبہ حضرت مخدومنا شیخ شرف الدین یحیٰی منیری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جنہیں اللہ نے رشدوہدایت کا منارۂ نور بنا کرِ اس خطہ بہار کو اپنے خصوصی فضل و کرم سے نوازا، اور جن کی ذات بابرکت کو بے شمار لوگوں کے لئے شرک، الحاد، تشکیک اور ضلالت سے نجات کا ذریعہ بنایا۔ ان کے مکتوبات اور ملفوظات نے جس دلنشیں انداز میں لوگوں کو تمام گمراہ کن قولوں سے تبرو آزما ہونے کا درس دیا ہے، اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ برحق کی محبت سے اپنے دامن دل کو معمور کر کے سعادت دائمی حاصل کرنے کی تلقین کی ہے۔ اسلامیات کے سارے محققین اِس کے معترف ہیں کہ یہ انداز اور کہیں نہیں ملتا۔ علماء و محققین کو اِس بات کا بھی اعتراف ہے کہ حضرت مخدوم کی تمام تصانیف میں جو گہری علمیت اور وسعت نظری ہے وہ بھی اپنے آپ میں فکر و بصیرت کے لئے ایک گلستانِ حد جلوہ ہائے رنگ رنگ ہے۔

دوسری طرف معاملہ کا ایک افسوسناک پہلو یہ ہے کہ بیشتر افراد خود اپنے اِن عظیم محسنوں کے کارناموں اور حالتِ زندگی سے باخبر نہیں ہیں، اور وہ غیر شعوری طور پر بھی اِس کا ادراک نہیں رکھتے کہ آج دامن اسلام سے اُن کی وابستگی میں رُشدوہدایت کی روشنی کے اِن بلند مناروں کا کتنا دخل ہے۔ "مخدوم جہاں"

ہماری اِس عمومی لاعلمی کے حجاب کو اٹھانے کی ایک قابل تحسین کوشش ہے جس میں حضرت مخدوم شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یقیناً اِس کا مطالعہ ہمارے ایمان و ایقان کو جِلا بخشے گا اور تاریکی سے روشنی کی سمت بڑھنے کا ایک نیا حوصلہ دے گا۔

حضرتِ مرتب اِس کوشش و سعی طبع کے لئے تعریف و تحسین کے مستحق ہیں۔ باری تعالےٰ انہیں اس "عمل صالح" کے لئے جزائے خیر دے اور اسے قبول عام کی سند عطا کرے آمین۔

پروفیسر محمد محفوظ الرحمٰن اختر

شعبۂ طبیعات، پٹنہ یونیورسٹی، پٹنہ

پیش لفظ

تمام حمد و ثنا اللہ تبارک تعالیٰ کے لئے اور لاکھوں درود و سلام حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ پر جن کے طفیل سے اس کائنات عالم کا ذرہ ذرہ وجود میں آیا۔

عرصہ دراز سے یہ کمی شدت سے محسوس کی جارہی تھی کہ آقائی مولائی سلطان المحققین حضرت مخدوم الملک مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری رحمتہ اللہ علیہ کی سوانح حیات اردو میں عوام الناس کے مطالعہ کے لئے دستیاب نہیں ہے اور جو ہے وہ ادھورا ہے۔ یا جو کتابیں شائع ہوئی ہیں وہ عام طور سے ہر جگہمد ستیاب نہیں ہیں۔ ایک زمانہ سے لوگوں کا پیہم اصرار تھا اور ہماری بھی دلی خواہش تھی کہ **"مکتبہ شرف"** کے توسط سے حضرت مخدوم جہاں کی سوانح حیات پر ایک کتاب اردو میں شائع کی جائے۔ یوں تو اخبارات و رسائل میں اکثر و بیشتر حضرت مخدوم جہاں پر مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں لیکن اس سے عوام کی علمی تشنگی میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

جناب شمیم منعمی صاحب زیب سجادہ خانقاہ منعمیہ قمریہ میتن گھاٹ، پٹنہ سیٹی لائق ستائش ہیں کہ انھوں نے گذشتہ سال حضرت مخدوم جہان کی حیات مبارک پر پہلی بار ہندی میں **جیون اور سندیش** نامی ایک کتاب تحریر کی جس کو **مکتبہ شرف** نے شائع کیا ہے۔ وہ کتاب ہندی داں طبقہ کے لئے لکھی گئی ہے اور ہندی داں حضرات میں کافی مقبول ہوئی ہے۔ شمیم منعمی صاحب نے حضرت کی سوانح حیات پر اُردو میں بھی کام کرنا شروع کر دیا ہے اور امید ہے کہ عنقریب آپ کے ہاتھوں میں ہوگی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ کافی مستند دستاویز ثابت ہوگی۔

عوام کی ضرورت کے پیش نظر میں نے **"مخدوم جہاں"** کے نام

سے حضرت کی سوانح مرتب کرنے کی کوشش کی۔ الحمد للہ یہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ میں نے اس کتاب میں اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کیا ہے بلکہ اردو ہفتہ روزہ **راشٹریہ سہارا** علی اعظم خاں قادری کی **تجلیات شرف** شمیم منعمی صاحب کی **جیون اور سندیش** اور حضرت مخدوم جہاں کی **مکتوبات صدی، معدن المعانی** وغیرہ سے مدد لی ہے اور انہی کتابوں کی روشنی میں "مخدوم جہاں" کو مرتب کیا اور مختصراً ایک سوانح حیات کی شکل دی ہے۔ حضرت مخدوم جہاں کی زندگی تو علم، تقویٰ للّٰہیت اور عظیم روحانی خدمات کا بحر بیکراں ہے۔ اس پر جس قدر بھی محنت کی جائے کم ہے اور جتنا بھی کام کیا جائے وہ تشنہ ہی رہے گا۔ بس یوں سمجھئے کہ میری یہ کوشش سمندر کو کوزہ میں بند کرنے کے مترادف ہے، جس سے وہ حضرات جنہیں مخدوم جہاں کے حالات و کوائف جاننے کا شوق ہے پورے طور پر سے ہو سکیں۔

حضرت مخدوم جہاں صرف روحانی پیشوا ہی نہیں تھے بلکہ بے شمار علوم و فنون کے حامل تھے۔ قرآن و سنت کے وسیع و عمیق علوم پر آپ کی نگاہ مسلّم تھی۔ اور ساتھ ساتھ دیگر دنیاوی علوم پر بھی۔ نادر نکات اور خوبصورت انشاء پر دازی کے ذریعہ فلسفہ و الہیات اور قرآن و سنت کے عمیق علم کو بے حد سہل انداز میں اپنے مکتوبات کے ذریعہ رقم فرمایا ہے۔

خلاصہ یہ کہ دینی، علمی اور تحقیقی میدان میں آپ کی عظیم الشان اور زندہ جاوید خدمات تعلیمات ہے رہی ہیں وہ علوم ان کی ضرورت ساڑھے چھ سو برسوں کے بعد بھی آج شدت سے محسوس کی جارہی ہے۔ اور ان کے مکتوبات و ملفوظات اور دیگر تصنیفات کے مطالعہ سے ہم اپنے بگڑے ہوئے معاشرے اور ابتر دینی و

دنیاوی زندگی کو سنوار سکتے ہیں۔ اس کتاب میں حضرت کے اقوال کو میں نے خصوصی طور سے شامل کیا ہے۔

یہ کتاب مخدوم جہاں میرے برادر زادہ جناب حضور سید شاہ محمد سیف الدین فردوسی مدظلہ، زیب سجادہ حضرت مخدوم جہاں کی خصوصی دلچسپی اور بھائی ہلال سلمہٗ کی پُرجوش حوصلہ افزائی، جناب شمیم منعمی صاحب اور بھائی احمد بدر صاحب کے پُرخلوص تعاون کی مرہون منت ہے۔ میری یہ پہلی ادنیٰ کاوش کہاں تک کامیاب ہے یہ تو قارئین کرام ہی فیصلہ کریں گے۔ مجھے اپنی کم مائیگی، غلطیوں اور کوتاہیوں کا خوب احساس ہے، اس لئے قارئین اس کتاب میں جو نقص پائیں براہ کرم اس سے ضرور مطلع کریں تاکہ اس کی تصحیح کی جا سکے۔ ہماری یہ دعا ہے کہ ہمارا یہ چھوٹا سا کام حضرت مخدوم کی بارگاہ میں مقبول ہو جائے اور میری شفاعت کا وسیلہ بنے۔

جاروب کش خانقاہ معظم

جمال احمد فردوسی

11-12-99

۲ رمضان المبارک بروز سنیچر ۱۴۲۰ھ

نعت پاک ﷺ

جناب حضور سید شاہ محمد سجاد فردوسی قدس سرہ، سابق سجادہ نشیں حضرت مخدوم جہاں

سرِ محشر بچائی آبرو آقا نے امت کی
بڑا رتبہ نبوت کا بڑی شوکت رسالت کی

حقیقت تجھ پہ کھل جائے گی سب زہد و طاعت کی
کریں گے عاصیوں پر جب نظر وہ شانِ رحمت کی

مٹا ہے کفر و ظلمت کا نشاں اس بزمِ ہستی سے
سیہ خانہ میں پھیلی روشنی شمعِ رسالت کی

میرے سینے میں وہ برق تجلی کارفرما ہے
کہ اس میں روشنی پہنچی ہے انوارِ ولایت کی

سخی دربار ہے تیرا یہ سنتے ہیں لڑکپن سے
نظر سجاد پر شاہا ہو الطاف و عنایت کی

منقبت در شان حضرت مخدوم جہاں

جناب حضور سید شاہ محمد حیات فردوسی قدس سرہ سابق سجادہ نشیں

محتاج پہ اپنی ایک نظر ، یاشاہِ شرف یا پیر شرف
در چھوڑ کے تیرا جائے کدھر ، یا شاہِ شرف یا پیر شرف
مشتاق کی اپنے لے لو خبر ، آشفتۂ جاں ہے جائے کدھر
اب لطف وکرم سے دیکھو ادھر ، یا شاہ شرف یا پیر شرف
کس شور کا طوفاں ہے برپا ، ہم کس سے کہیں اللہ اللہ
ہے موج سے کشتی زیر و زبر ، یا شاہِ شرف یا پیر شرف
ہو جائے ابھی دل رشک جناں ، کھل جائیں یہ دل کی سب کلیاں
آجاؤ جو تم گھر میرے اگر ، یا شاہِ شرف یا پیر شرف
پھر دیکھو تماشائے مستی ، سرشارِ محبت کو جو کبھی
تم جامِ محبت دے دو اگر ، یا شاہِ شرف یا پیر شرف
ہو پہلے مرا دل آئینہ ، پھر دید کا جس کے ہے ارماں
وہ صاف مجھے تب آئے نظر ، یا شاہِ شرف یا پیرِ شرف
کیوں ربط کسی کا مجھ سے حیاتؔ ، اک چشم زدن میں چھوٹ گیا
حیرانی کی میرے لے لو خبر ، یا شاہِ شرف یا پیر شرف

منقبت در شان حضرت مخدوم جہاں

(جمال احمد فردوسی)

بپتی دیسنیاں کی سن لو ارجیا موری شرفا پیا
دکھیا پہ کردو کرم کی نجریا موری شرفا پیا
ناؤ پھنسی موری بیچ بھنوریا موری شرفا پیا
لاج بچا لو موری لے لو کھبریا موری شرفا پیا
اییسن بپتیا آن پڑی ہے
توہری دواریا سے آس لگی ہے
پوری کرو اب ہمری مُردیا موری شرفا پیا
موری شرفا پیا
توہری دواریا سے اب کہاں جاؤں
ایسن پیر کہاں سے میں پاؤں
دکھیا پر اپنی کردو نجریا موری شرفا پیا
موری شرفا پیا
شرفا پیا تو پہ جان میں واروں
توری صورتیا من میں نہاروں
اپنے ہی رنگ میں رنگ دے چنریا موری شرفا پیا
موری شرفا پیا
عاصی جمال کی یہ ہی دعا ہے
بنتی یہی ہے یہ ہی صدا ہے
چھوٹے نہ اس سے توہری ڈیوڑیا موری شرفا پیا
موری شرفا پیا

حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ

دہلی، بدایوں اور جونپور کی ہی طرح صوبہ بہار کے ضلع نالندہ کا بہار شریف بھی بکثرت اولیاء اللہ کے آسودہ ہونے کے اعتبار سے ہندوستان کے مشہور ترین مقامات میں سے ایک ہے۔ یوں تو صوبہ بہار کے اکثر شہروں، قصبات اور قریات میں اولیاء اللہ کے مزارات، مقبرے، خانقاہیں، جماعت خانے، دائرے اور تکیے ملتے ہیں لیکن بہار شریف ان سب میں سرفہرست ہے۔ باعتبار کثرت بھی اور باعتبار عظمت بھی۔ ہر سلسلے اور ہر رنگ کے صوفیائے کرام یہاں اپنی اپنی خدمات کی جلوہ گری کے بعد محو خواب ہیں۔ لیکن ان سب میں بالا واعلیٰ مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری کی ذات والا صفات ہے۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے تو قطعی مبالغہ نہ ہوگا کہ جن اولیاء اللہ کے وجود کی برکت سے صوبہ بہار اس برصغیر میں مقام امتیاز رکھتا ہے، ان میں سے صرف مخدوم جہاں کے علاوہ کسی کا بھی تعلق بہار سے نہ ہوتا تب بھی صوبہ بہار اتنا ہی ممتاز و محترم رہتا جتنا کہ آج ہے۔

حضرت مخدوم کے سوانح حیات پر خاطر خواہ تلاش و تحقیق کا کام ہنوز باقی اور نامکمل ہے۔ جدید تحقیقی اصولوں اور تقاضوں پر آپ کی حیات و خدمات کی ازسرنو ترتیب و تدوین کی اشد ضرورت ہے۔ یہاں عدیم الفرصتی اور وقت کی کمی کے باعث روایات اور قبل سے قائم کردہ نتائج پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

ولادت

حضرت مخدوم جہاں کی پیدائش سے قبل آپ کے والد ماجد کبھی زیارت و ملاقات کے لئے حضرت مولانا تقی الدین مہسوی سہروردی کی خدمت میں مہسوں جاتے تو ان کو دیکھتے ہی مولانا تقی الدین کھڑے ہو جاتے تعظیم فرماتے اور ان کی

پیٹھ کو بوسہ دیتے۔ لیکن ایک دفعہ جب حضرت مخدوم جہاں شکم مادر میں تھے آپ مولانا کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے خیر مقدم میں وہ اہتمام اختیار نہیں فرمایا۔ حضرت یحییٰ منیری مولانا کے ترک عادت پر متفکر ہوئے تو مولانا پر آپ کی فکر منکشف ہوگئی اور فرمایا۔ ''جس کی وجہہ کر میں تمہاری تعظیم کرتا تھا وہ اب شکم مادر میں ہے'' (مناقب الاصفیاء)

حضرت مخدوم جہاں ۲۹/ شعبان ۶۶۱ھ کو قصبہ منیر ضلع پٹنہ میں پیدا ہوئے منیر شریف میں آج بھی خانقاہ سے متصل ایک دالان اور دو کمروں پر مشتمل ایک علیحدہ عمارت رواق کے نام سے موجود و مشہور ہے۔ جس میں اس جگہ کو نشان زد کر کے محفوظ کر لیا گیا ہے جہاں کہ حضرت مخدوم جہاں کی ولادت باسعادت ہوئی تھی۔

والد اور ان کا خاندان

آپ کے والد حضرت مخدوم شیخ کمال الدین یحییٰ منیری، حضرت امام محمد المعروف بہ تاج فقیہہ کے پوتے اور شیخ اسرائیل کے بڑے صاجزادے تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضور رحمت عالم ﷺ کے چچا زبیر بن عبدالمطلب سے اس طرح جا ملتا ہے۔

مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری ابن شیخ کمال الدین یحییٰ منیری ابن شیخ اسرائیل ابن امام محمد تاج فقیہہ ابن امام ابوبکر ابن امام ابوالفتح ابن امام ابوالقاسم ابن امام ابوالصائم ابن امام ابودہر ابن امام ابوالیث ابن امام ابو سہمہ ابن امام ابو دین ابن امام ابو مسعود ابن امام ابو زبیر بن عبد المطلب ابن ہاشم بن عبد مناف۔

ہندوستان میں آپ کے خاندان کی آمد کے سلسلے میں یہ روایت پورے تاج

فقیہی خاندان میں مشہور و معروف ہے کہ آپ کے پردادا حضرت امام محمد تاج فقیہہ دربار رسالت ﷺ کے حکم سے صاجزادگان اور چند نفوس قدسیہ کے ساتھ منیر تشریف لائے اور یہاں کے مقامی راجہ کے ظلم و بربریت کے خلاف علم جہاد بلند کر کے اسے برطرف فرمایا اور ۵۷۶ھ میں تمام حکومت اپنے ہاتھوں میں لی۔ بعدہٗ اپنے صاحبزادوں کو اسلام کی ترویج واشاعت اور امن وشانتی نیز تزکیہ و تصفیہ کا بیڑا سونپ کر خود جہاں سے آئے تھے وہیں لوٹ گئے۔ اب تک منیر شریف اور اس کے اطراف میں مختلف مقامات اور تبرکات ان کی آمد، مشن اور اس کے اثرات کی شہادت دے رہے ہیں۔ چھٹی صدی ہجری کی آخری دہائیوں میں صوبہ بہار میں اسلام کا پیغام امن و مساوات ان ہی کے صاحبزادوں اور ان کے اخلاف نسبی و روحانی کے ذریعہ عام ہوا۔ حضرت امام محمد تاج فقیہہ کی صلبی اولاد میں بھی اللہ پاک نے بے پناہ وسعت وبرکت عطا فرمائی ہے چنانچہ صوبہ بہار میں نسبی شرافت سے مالامال اب شاید ہی ایسا کوئی خانوادہ ہو جسے آپ کی نسبی جزیت کا شرف نہ پہنچا ہو۔ آپ کے والد حضرت مخدوم یحیٰ منیری کے اکتساب طریقت کے بارے میں تذکرہ نگاروں کی رائے مختلف ہے۔ جن تین شخصیتوں سے آپ کو منسوب کیا جاتا ہے وہ یہ ہیں (۱) حضرت شیخ تقی الدین مہسویؒ (۲) حضرت شیخ الشیوخ عمر بن محمد شہاب الدین سہروردیؒ (۳) حضرت شیخ شرف الدین بو علی قلندر پانی پتیؒ

آپ حضرت یحیٰ منیری کے منجھلے صاجزادے تھے۔ آپ کے بڑے بھائی شیخ جلیل الدین منیری آپ کے ہم مرشد بھی تھے، ان کا قیام اپنی آبائی جگہ پر منیر شریف ہی میں رہا اور وہیں اپنے والد کے پائیں میں مدفون ہیں۔ آپ کے سنجھلے بھائی شیخ خلیل الدین بہار شریف خانقاہ معظم ہمیشہ آپ کے ساتھ رہے اور آپ کے پائیں میں دفن ہوئے۔ آپ کے چھوٹے بھائی شیخ حبیب الدین موجودہ مخدوم نگر

ضلع پیر بھوم بنگال میں قیام اختیار کر لیا تھا اور وہیں آپ کے صاحبزادے یعنی اپنے برادر زادے شیخ ذکی الدین کے متصل مدفون ہیں۔ حضرت مخدوم جہاں کی ہمشیر بی بی ماں، مولانا شمس الدین مازندرانی کی زوجہ تھیں۔

حضرت مخدوم یحییٰ منیری کا مزار مبارک منیر شریف میں اونچے ٹیلے پر مرجع خلائق ہے اور ہر سال ١١ر شعبان کو آپ کا عرس بڑے احتشام کے ساتھ انجام پاتا ہے۔

والدہ اور ان کا خاندان

آپ کی والدہ بی بی رضیہ، جن کی عرفیت بعضوں نے بڑی بُوا بھی لکھا ہے پٹنہ کی مشہور کچی درگاہ میں آسودہ حضرت مخدوم سید شہاب الدین پیر جگجوتؒ کی بڑی صاحبزادی تھیں۔ آپ کے نانا حضرت پیر جگجوت عظیم صوفی بزرگ حضرت شیخ الشیوخ عمر بن محمد شہاب الدین سہروردیؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ بعضوں نے انہیں کا شغر کا تارک السلطنت بادشاہ لکھا ہے تو بعضوں مسند قضا پر فائز ہونے کی خبر دی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت مخدوم جہاں کی والدہ کے علاوہ ان کی تین صاحبزادیاں اور ہیں جن میں ایک بی بی حبیبہ، حضرت مودی ہمدانی کی زوجیت میں آئیں اور انہیں کے بطن سے مخدوم جہاں کے معروف معاصر بزرگ اور خالہ زاد بھائی حضرت مخدوم احمد چرم پوشؒ پیدا ہوئے جن کا مزار آج بھی بہار شریف کے محلّہ انبیر میں مرجع خلائق ہے، اسی حلقہ میں ان کی والدہ کا مزار بھی ہے۔

حضرت مخدوم جہاں کی دوسری خالہ بی بی ہدیہ، حضرت سلیمان لنگر زمین کا کویؒ سے منسوب تھیں، جو کہ حضرت مخدوم جہاں کے والد کے حقیقی چچا زاد بھائی

تھے۔ مخدوم جہاں کے خالہ زاد بھائی مخدوم عطا اللہؒ اور خالہ زاد بہن قصبہ کاکو ضلع جہاں آباد کی بافیض ولیہ حضرہ بی بی کمال انہیں کے بطن سے تھیں۔

حضرت مخدوم جہاں کی تیسری خالہ کچی درگاہ سے متصل پکی درگاہ میں آسودہ حضرت مخدوم آدم صوفی چشتی کے صاحزادے حضرت مخدوم حمید الدین چشتیؒ کی زوجہ تھیں۔ حضرت مخدوم جہاں کے حلقہ آستانہ سے جنوب میں کچھ فاصلے پر آسودہ معروف چشتی بزرگ حضرت مخدوم تیم اللہ سفید باز چشتیؒ انہیں مخدومہ کے صاجبزادے ہیں

حضرت مخدوم سید شہاب الدین پیر جگجوتؒ کا جو نسب نامہ خانوادہ مخدوم جہاں میں محفوظ ہے، اس کی رو سے ان کا سلسلہ نسب حضرت امام جعفر صادق کے صاجبزادے سید اسمعیل سے یوں جاملتا ہے۔

مخدوم شہاب الدین پیر جگجوت بن سید محمد بن سید احمد بن سید ناصرالدین بن سید یوسف بن سید حسن بن سید قاسم بن سید موسیٰ بن سید حمزہ بن سید داؤد بن سید رکن الدین بن سید قطب الدین بن سید اسمعیل بن امام سید نا جعفر صادق

لیکن خانوادہ حضرت مخدوم تیم اللہ سفید باز میں پیر جگجوت کا جو نسب نامہ ملتا ہے اس کے اعتبار سے وہ رضوی النسب تھے۔

پیدائشی ولی

ہر سال ۲۱ ر ذیقعدہ کو مخدوم پیر جگجوت کا عرس کچی درگاہ میں انجام پاتا ہے۔ حضرت مخدوم جہاں کے ایام شیر خوارگی میں ایک دفع ۲۹ر رمضان کو مطلع ابر آلود تھا۔ لوگ عام طور پر چاند نہ دیکھ سکے۔ رویت میں اختلاف سے متعلق سوال کر نے کو آئے کہ کیا روزہ رکھا جائے؟ اتنے میں اندروں حویلی سے دایہ خبر لے کر آئی

کہ بچے نے دودھ نہیں پیا ہے۔ مخدوم جہاں کے والد ماجد نے فرمایا کہ آپ لوگ روزہ رکھیں اور دایہ سے فرمایا کہ اس کو مت چھیڑ وہ روزہ سے ہے۔

بچپن میں آپ کی والدہ آپ کو حجرے میں رکھ کر دروازہ بند کر دیتیں اور خود دروازے کے پاس بیٹھ جاتیں تاکہ آپ باہر نہ جائیں جب دروازہ کھولتیں تو کبھی ہوتا کہ ان کو حجرے میں نہ پاتیں اور بعض دفعہ ایسا ہوتا کہ ان کو حجرے میں بالکل مردے کے جیسا پاتیں اور ان کی روح پاک معراج میں ہوتی۔ آپ کی والدہ جب یہ حال دیکھ کر تشویش میں اشک آلود ہوتیں تو آپ اٹھ کر تسلی دیتے۔

پاکیزہ نشو و نما

حضرت مخدوم جہاں کی والدہ ماجدہ نہ صرف ایک بزرگ کامل کی صاحبزادی اور ایک صوفی باصفا کی زوجہ تھیں بلکہ بذات خود بھی ولیہ کاملہ تھیں۔ انہوں نے حضرت مخدوم جہاں کی تربیت میں غیر معمولی نگہداشت فرمائی۔ چنانچہ ایام شیر خوارگی میں کبھی بھی مخدوم کو بلا وضو دودھ نہیں پلایا۔

ایک روز آپ کی والدہ آپ کو پالنے میں چھوڑ کر پڑوس میں گئیں، واپس آئیں تو دیکھا کہ ایک شخص پالنے کے پاس مکھیاں دور کر رہے ہیں کبھی پالنے کو ہلاتے ہیں۔ یہ دیکھ کر خوف زدہ ہوئیں تو وہ مرد غائب ہوگئے۔ خوف دور ہوا تو والد محترم پیر جگجوت سے تمام احوال بیان کیا۔ ان کے والد نے فرمایا۔ مت ڈرو وہ خواجہ خضرؑ تھے وہی گہوارے کو حرکت دے رہے تھے اور بچے کی حفاظت کر رہے تھے۔ تمہارا لڑکا عظیم المرتبت ہوگا۔ خواجہ خضر مجھ سے کہہ کر گئے ہیں کہ تمہاری لڑکی بچے کو تنہا چھوڑ کر چلی گئی۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ کیوں کہ بچے کو تنہا چھوڑنے میں آسیب کا ڈر رہتا ہے۔

ابتدائی تعلیم و تربیت

بنیادی تعلیم و تربیت اپنے والدین کے زیر شفقت ہوئی۔ منیر شریف کی اطلاعات کے مطابق اس دور میں مخدوم شاہ رکن الدین مرغینانیؒ سے بھی سے شرف تلمذ حاصل کیا تھا۔ اس عرصے کی تفصیلات نہیں مل پاتیں لیکن معدن المعانی (باب ۶) میں خود حضرت مخدوم فرماتے ہیں۔

"مجھے بچپن میں استادوں نے چند کتابیں یاد کرائیں جیسے مصادر، مفتاح اللغات وغیرہ۔ مفتاح اللغات بیس جزو کی کتاب ہوگی بقدر ایک جلد کے یاد کرائی اور ہر بار زبانی سنتے تھے اے کاش اس کی جگہ مجھے قرآن یاد کرایا جاتا"

مولانا اشرف الدین ابو توامہ

اس وقت دانش مندی، عظمت اور بزرگی مولانا شرف الدین ابو توامہ کی دیار ہند میں بہت مشہور تھی۔ بلکہ تمام عرب و عجم میں آپ مشہور تھے۔ تمام علوم میں درجہ کمال رکھتے تھے۔ انتہا یہ کہ علم کیمیا، ہیمیا، سیمیا بھی آپ سے چھوٹے ہوئے نہ تھے۔ اس میں بھی کمال حاصل تھا۔ علم دین کا کیا کہنا۔ عوام و خواص امراؤ سلاطین سب آپ سے اعتقاد رکھتے تھے۔ سب آپ کے مطیع تھے۔ آپ کی قیادت قبول کرتے اور معاملات میں آپ ہی کی جانب رجوع کرتے تھے۔ علم سمیا میں لوگ آپ کے عجائبات کا مشاہدہ کرتے تھے۔

مولانا اشرف الدین ابو توامہ کی عام مقبولیت دیکھ کر خود دہلی کے بادشاہ کو خطرہ گذرا کہیں ایسا نہ ہو کہ ملک پر قابض ہو جائیں۔ ایک حیلہ نکال کر مولانا کو سنار گاؤں روانہ کیا اس وقت ملک بنگالہ دہلی کے قبضے میں تھا۔ مولانا اپنی فراست سے معاملے کی تہ کو پہنچ گئے۔ اولو الامر کی اطاعت کا سوال تھا اور وہ واجب ہے۔ مولانا

نے سنار گاؤں کا سفر اختیار کیا دوران سفر قصبہ منیر پہنچے (مناقب الاصفیا)

"حضرت مخدوم جہاں اپنے ملفوظ خوان پر نعمت میں فرماتے ہیں" مولانا اشرف الدین ابو توامہ ہندوستان کے علما میں اس قدر مشہور تھے کہ ان کے علوم میں کسی کو شبہہ نہ تھا۔ آپ ریشمی سر بند اور ازار بند استعمال کرتے تھے۔آپ نے ایسی چیزیں لکھیں کہ دوسرے علما کو بھی اس کی تقلید کرنی چاہیے۔اگر سبق پڑھانے میں مشکل پیش آتی تو غور کرتے اور غور کرتے وقت سر بند کاندھے پر لٹکاتے اور اس کو ہاتھ میں لے کر مشغول رہتے یہاں تک کہ مشکل حل ہو جاتی۔ اس کے بعد سر بند کو چھوڑ کر مشکل کو بیان فرماتے۔"

سنار گاؤں روانگی

جس وقت مولانا اشرف الدین ابو توامہ منیر پہنچے اس وقت مخدوم جہاں کی عمر کیا تھی؟ کسی نے ۸ سال لکھا ہے تو کسی نے دس بارہ سال اور مناقب الاصفیا کے مطابق سن بلوغت کو پہنچ گئے تھے۔

مولانا کے منیر میں توقف کے دوران مخدوم جہاں، ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے علم کی فروانی، ذکاوت اور دانشمندی کا کمال دیکھ کر فریفتہ ہوگئے اور یہ فیصلہ کیا کہ ایسے ہی محقق کی خدمت اور صحبت میں رہ کر علوم دین کی تحقیق کی جاسکتی ہے۔ حضرت مولانا اشرف الدین ابو توامہ سے بھی کمسن مخدوم جہاں کی غیر معمولی ذہانت اور طلب علم کا وجدان پوشیدہ نہ رہ سکا۔ اور دونوں نے ایک دوسرے کو اختیار کرنے کا ارادہ فرمایا۔ حضرت مخدوم جہاں کے والدین کے پاس ان

کی تعلیم و تربیت کے لئے جو شغف اور حوصلہ تھا، اس کے لئے اس سے بہتر سامان ممکن نہ تھا۔ چناچہ مخدوم جہاں، مولانا ابو توامہ کے حوالے ہو کر سنار گاؤں پہنچے۔

سنار گاؤں بنگلہ دیش میں اس سڑک پر ہے جو چاٹ گام کو جاتی ہے۔ اس زمانہ میں دو سو سال تک اس کی مرکزی حیثیت رہی۔ عظیم شاہ سکندر کے لڑکے نے یہیں سے خود سری کا جھنڈا بلند کیا۔ اس نے یہیں سے حافظ شیرازی کو دعوت دی تھی۔

تحصیل علوم و فنون

سنار گاؤں میں حضرت مخدوم جہاں، مولانا ابو توامہ کی خدمت میں دن رات حصول علم میں مشغول رہتے لیکن اس مشغولیت میں بھی ریاضت و مجاہدہ نہ چھوٹتا تھا چنانچہ طے کا روزہ رکھتے تھے۔ انتہائی مشغولی کی بنا پر مولا نا اشرف الدین کے دستر خوان پر حاضر نہ ہوتے تھے، فرماتے اس میں وقت بہت ضائع ہو تا ہے۔ مولا نا ابو توامہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو ان کا حصہ الگ رکھ دیتے۔

مخدوم جہاں ایک زمانہ تک مولانا مذکور کی خدمت و صحبت میں رہے یہاں تک کہ علم دین کی پوری تحقیق کر لی۔ اب استاد نے چاہا کہ دوسرے علوم کی تلقین کریں تو مخدوم جہاں نے فرمایا۔

> "میں نے علم فقہ و اصول اور اس کے علاوہ جو علم حاصل کیا میں خود ندامت محسوس کر تا ہوں کہ اتنے دنوں تک وقت صرف کیا اور پرودگار کی خدمت نہیں کیا۔ اب مجھے ان علوم کی حاجت نہیں ہے"

جب مولانا نے عزیز شاگرد سے یہ باتیں سنیں۔ سات بار حضرت مخدوم جہاں کے

گرد گھومے اور فرماتے تمہاری ایسی ہمت پر ہم قربان جائیں۔(آثار منیر)

تفسیر، حدیث، فقہ اور اصول فقہ کے ساتھ ساتھ مخدوم علوم تصوف کے بھی گہرے مطالعہ میں ڈوبے رہتے تھے۔ چنانچہ اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں۔

"احکام مذہب ایں طائفہ (صوفیہ) دو کتب و تصانیف
ایشیاں سالہایاز مطالعہ کردہ شدہ است"

نکاح مسنون

سنارگاؤں میں ہی اپنے استاد حضرت مولانا اشرف الدین ابوتوامہ کی صاحبزادی سے آپ کا عقد ہوا۔ متاخرین نے حضرت مخدوم جہاں کی زوجہ مکرمہ کا نام نامی "بی بی بہوبادام" لکھا ہے انہیں مخدومہ کے بطن سے ایک صاحبزادے وہیں سنارگاؤں میں پیدا ہوئے اور ذکی الدین نام رکھا گیا۔

منیرواپسی

دوران تعلیم گھر سے جو خطوط جاتے انہیں مخدوم جہاں اس لئے نہیں پڑھتے تھے کہ کسی خبر سے دل کو الجھن ہو اور پڑھنے سے دل اچاٹ ہو جائے۔ تعلیم ختم کرنے کے بعد خطوط کو نکالا جو ایک خریطے میں تھے۔ پہلے ہی خط سے ظاہر ہوا کہ آپ کے والد ماجد حضرت مخدوم شاہ یحیٰ منیری ۱۱ر شعبان ۶۹۰ھ کو اپنے وطن منیر میں رحلت فرماگئے اس خبر سے آپ بہت پریشان ہوئے۔ استاد سے اجازت لے کر سنارگاؤں سے اپنے صاحزادے کے ساتھ منیر کے لئے روانہ ہوگئے۔ منیر پہنچ کر والدہ کی خدمت میں کچھ دنوں رہے۔ لیکن جذبہ طلب الٰہی اور شوق تعلیم روحانی بار بار کسی اہل اللہ کی تلاش کے لئے آپ کو اکساتا رہتا چنانچہ اپنے بیٹے ذکی الدین کو

والدماجدہ کے حوالے کر کے عرض کیا کہ " اس کو میری جگہ تصور کیجئے اور مجھے اجازت دیجئے۔ جہاں چاہوں جاؤں بلکہ یہ سمجھ لیجئے کہ شرف الدین مر چکا۔"

تلاش مرشد اور سفر دہلی

والدہ کی اجازت سے آپ نے دہلی کا رخت سفر باندھا۔ بڑے بھائی شیخ جلیل الدین بھی ہمراہ تھے۔ دہلی پہنچ کر مشائخ دہلی سے ملے۔ علمائے دہلی کی مجالس وعظ و درس میں حاضر ہوئے اور بہر خوبی جائزہ لیا۔ مگر اکثر مشائخ دہلی سے مل کر آپ بہت محظوظ نہ ہوئے اور مناقب الاصفیاء کے مطابق آپ نے ان لوگوں سے مل کر جورائے قائم کی وہ یہ تھی

"اگر شیخی و بزرگی اسی کا نام ہے تو میں بھی ایک شیخ ہوں۔"

پھر سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کی بارگاہ میں بڑی عقیدت کے ساتھ حاضر ہوئے۔ اس وقت ان کی مجلس میں مذاکرۂ علمی چل رہا تھا اور اس میں حاضرین بھی حصہ لے رہے تھے۔ آپ بھی اس میں شریک ہوئے۔ اور خوب خوب جوابات دیئے۔ حضرت محبوب الٰہی نے آپ کا اعزاز واکرام فرمایا۔ لیکن بیعت و ارشاد کے لئے آپ کو قبول کرنے کے بجائے آپ کے آگے طشت میں پان کی گلوریاں رکھ دیں، جو کہ درویشوں کے یہاں رخصت کی علامت ہے۔ اور فرمایا

"ہے تو سیمرغ لیکن میرے پنجرے کے نصیب میں نہیں"

لطائف اشرفی کی روایت کے مطابق حضرت محبوب الٰہی نے آپ سے یہ بھی فرمایا تھا کہ

"برادرم شرف الدین، آپ کی ارادت و سلوک برادرم نجیب الدین کے یہاں مقرر ہے۔"

حضرت محبوب الٰہی کے یہاں سے واپسی کے بعد حضرت شرف الدین بو علی شاہ قلندر پانی پتیؒ سے ملاقات کو حاضر ہوئے لیکن وہاں بھی قلندر صاحب کے مغلوب الحال ہونے کی وجہ کر بات نہیں بنی

دونوں مشہور و معتبر بارگاہوں سے نامرادی کے بعد آپ بڑے دل برداشتہ ہوئے۔

بیعت وخلافت

بڑے بھائی جو آپ کے ہمراہ تھے، انہوں نے خواجہ نجیب الدین فردوسی نامی بزرگ کا تذکرہ کیا، ان کا طریقہ اور ان کے مناقب بیان کئے تو آپ نے فرمایا۔ وہ جو دہلی کے قطب تھے، انہوں نے مجھے پان پیش کر کے واپس کر دیا اب دوسروں کے پاس کیا جاؤں لیکن بڑے بھائی کے اصرار پر آپ نے ملاقات کا ارادہ فرمایا۔ راستے میں پان کھاتے ہوئے اور کچھ پان پگڑی میں رکھے ہوئے حضرت مخدوم نجیب الدین فردوسیؒ کے حضور پہنچے۔ نگاہیں چار ہوئیں تو ایسا رعب اور ایسی کیفیت طاری ہوئی، جو اس سے پہلے کسی کے بھی حضور میں نہ طاری ہوئی تھی تو نہایت متحیر ہوئے۔ اسی حال میں قریب ہوئے تو حضرت خواجہ نجیب الدین فردوسیؒ نے فرمایا "منہ میں پان، پگڑی میں پان اور گفتار یہ کہ میں بھی شیخ ہوں۔" آپ نے فوراً منہ سے پان نکال پھینکا۔ حیرت زدہ، مرعوب اپنی جگہ پر مؤدب ہو بیٹھے۔ کچھ ہی دیر بعد سر تسلیم خم کرتے ہوئے شرف بیعت بخشنے کی درخواست پیش کی تو خواجہ فردوسی نے آپ کی بیعت قبول کی۔ اور یہ کہتے ہوئے اجازت نامہ بھی عطا فرمادیا کہ ۱۲ سال پہلے سے یہ تمہارے لئے لکھ کر رکھا ہوا ہے۔ آپ مزید حیرت واستعجاب سے دوچار ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ ابھی تک نہ تو میں نے آپ کی خدمت کی ہے اور نہ ابھی آپ

حضرات سے طریقت کی روش ہی سیکھی ہے۔ جس کام کا حکم ہو رہا ہے وہ مجھ سے کیسے ہو سکے گا؟

پیر و مرشد نے ارشاد فرمایا۔ "یہ اجازت نامہ حضرت رسالت پناہ ﷺ کے حکم سے لکھا گیا ہے۔ فیضان نبوت سے خود تمہاری تربیت ہوگی۔ پیران سلاسل کی ولایت اپنے کام میں مشغول اور اپنے فرائض سے ہمہ وقت باخبر ہے۔ تم کو اس کی کیا فکر؟" پھر کچھ نوشتہ نصیحتیں، جو کہ روش طریقت کا احاطہ کرتی ہیں، چند تبرکات کے ساتھ دیں اور فرمایا۔ "جاؤ۔ راستے میں اگر کچھ سنو تو واپس نہ ہونا۔"

خواجہ نجیب الدین فردوسی نے حضرت مخدوم جہاں کو جو نصیحتیں عطا فرمائیں اس کا مستند متن حضرت پیر امام الدین شطاری راجگیریؒ (المتونی سہ ھ) نے اپنی تالیف "مناہج الشطار" میں مکمل نقل فرمادیا ہے۔

خواجہ نجیب الدین فردوسیؒ

خواجہ نجیب الدین فردوسی خواجہ امیر خورد کرمائیؒ کے نواسے رکن الدین فردوسیؒ کے سوتیلے بھائی تھے۔ آپ کی والدہ نے خواجہ نظام الدین اولیاؒ کو ان کی شہرت سے قبل دیکھ کر یہ فرمایا کہ "اس کی پیشانی میں ایک نور ہے۔ دہلی میں یہ وہ کرے گا جو کسی نے نہیں کیا" ایسی ولیہ کاملہ ماں کے اغوش میں تربیت پائی اور اپنے بھائی خواجہ رکن الدین فردوسی کی نعمات باطنیہ کے امین ہوئے۔

شیخ نجیب الدین فردوسی دہلوی نے تفسیر وحدیث کا علم شیخ علاؤ الدین جیوریؒ سے حاصل کیا، جو کہ صحیح انسب سادات میں سے تھے اور کامل شیخ طریقت تھے۔ شیخ علاؤالدین جیوری کے تبحرِ علمی کا یہ عالم تھا کہ پورے ہفتے کو درس کے لئے اس طرح تقسیم کر رکھا تھا کہ ایک روز فقہ کا سبق دیتے، ایک روز علم نحو منطق

سکھاتے، ایک روز اصول و علم کلام پڑھاتے اور ایک روز تفسیر و حدیث کا درس دیتے۔ شیخ علاؤ الدین بڑے صاحب کر دار، ثابت قدم، صاحب توکل و قناعت بزرگ تھے۔ کبھی بادشاہ کی چوکھٹ پر قدم نہیں رکھا۔

شیخ علاؤالدین جیوریؒ اور خواجہ نظام الدین اولیاؒ نے ایک ہی استاد سے ایک ساتھ "مشارق الانوار" کا درس لیا تھا (خوان پر نعمت)

شیخ نجیب الدین فردوسی کے بارگاہ نبوت ﷺ سے ایک غیر معمولی رشتے کا علم، اس حکم سے ہوتا ہے، جو انہیں مخدوم جہاں کے لئے اجازت نامہ لکھ کر رکھنے کے لیے دیا گیا تھا۔ نیز جسے بارگاہ نبوت ﷺ سے تعلیم کے لئے منتخب کیا گیا تھا اسے آپ سے بیعت و منتسب کرانا بھی بارگاہ نبوی ﷺ میں آپ کے کمال رسوخ کا ثبوت ہے۔

حضرت مخدوم جہاں کے علاوہ مشہور معروف فتاویٰ تتار خانی کے جامع مولانا عالم بھی آپ کے مریدین میں شامل تھے۔

سلسلہ فردوسیہ

چشتیہ سلسلہ کی طرح فردوسیہ سلسلہ میں بھی سب سے پہلے فردوسی کون کہلائے اس پر اختلاف ہے۔ بعض نے حضرت نجم الدین کبریٰ کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے شیخ حضرت ابو نجیب سہروردی نے انہیں مشائخ فردوسی میں شمار کیا اس لئے ایک مریدیں نے خود کو فردوسی لکھا لیکن بعض کا خیال ہے کہ حضرت خوجہ رکن الدین فردوسیؒ پہلے پہل فردوسی نسبت سے مشہور ہوئے۔

سلسلہ فردوسیہ کا مخزن بھی سلسلہ سہروردیہ اور کبرویہ کی طرح حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردیؒ (المتوفی ۵۶۳ھ) کی ذات والا صفات ہے۔ حضرت ابو

نجیب سہروردی کے دو خلیفہ نامور قطب زمانہ گذرے۔ پہلے حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ، جن سے سلسلہ سہروردیہ منسوب ہے۔ اور دوسرے حضرت شیخ الاسلام نجم الدین کبریٰ ولی تراشؒ (المتوفی ۶۱۰ھ)، جن کا سلسلہ کبرویہ کہلایا۔ اسی سلسلہ کبرویہ کی ایک شاخ فردوسیہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ کبرویہ سلسلہ کی فردوسی شاخ کا سلسلہ حضرت نجم الدین کبریٰ ولی تراشؒ سے یوں جا ملتا ہے۔

مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری خلیفہ حضرت شیخ نجیب الدین فردوسی خلیفہ حضرت رکن الدین فردوسی خلیفہ حضرت بدرالدین سمرقندی خلیفہ حضرت سیف الدین باخرزی خلیفہ حضرت خواجہ نجم الدین کبریٰ ولی تراش

حضرت نجم الدین کبریٰ ولی تراش پندرہ متبرک واسطوں کے ذریعہ رسالت مآب رحمت عالم ﷺ سے منتسب ہو جاتے ہیں جو اس طرح ہے۔

حضرت نجم الدین کبریٰ ولی تراشؒ (۱) حضرت شیخ ابو نجیب سہروردیؒ (۲) قاضی وجیہ الدین ابو حفص سہروردیؒ (۳) خواجہ محمد المعروف بعمویہؒ (۴) خواجہ احمد اسود دینوریؒ (۵) خواجہ ممشاد علو دینوریؒ (۶) سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ (۷) خواجہ سری سقطیؒ (۸) خواجہ معروف کرخیؒ (۹) حضرت امام علی رضاؑ (۱۰) حضرت امام موسیٰ کاظم (۱۱) حضرت امام جعفر صادق (۱۲) حضرت امام محمد باقر (۱۳) حضرت امام زین العابدینؑ (۱۴) حضرت امام حسینؑ (۱۵) حضرت علی ابن ابی طالبؑ حضرت رسالت مآب سید کل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم

اس فردوسی شاخ کے پہلے بزرگ جو ہندوستان آئے وہ حضرت بدر الدین سمرقندی ہیں۔ حضرت بدر الدین سمرقندی و حضرت رکن الدین فردوسی و حضرت نجیب الدین فردوسی سبھی دہلی میں بالترتیب مقام سنگولہ، کیلوکھری اور مہرولی میں آسودہ ہیں۔

بہیا اور راجگیر میں عبادات و ریاضات

شیخ نجیب الدین فردوسی کے حکم کے مطابق مخدوم جہاں نے اپنے بڑے بھائی کے ہمراہ دہلی سے واپسی اختیار کی تو قلب و جگر میں ایسا حزن و غم اور جذب و تڑپ سما گئی تھی کہ روز بروز اور منزل بمنزل فزوں سے فزوں تر ہوتی جاتی تھی۔ دہلی سے وطن کی جانب دو منزل ہی آئے تھے کہ شیخ کے وصال کی خبر ملی لیکن حسب رضیت سفر جاری رکھا۔ چلتے چلتے بہیا کے قریب پہنچے تو جنگلات کا سلسلہ شروع ہوا اور ایک مور کی درد بھری آواز سنی تو جذب و تڑپ حد کمال کو پار کر گئی اور بے تحاشہ جنگل میں یہ گئے وہ گئے، نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ بڑے بھائی شیخ جلیل الدین جو کہ خود بھی مخدوم جہاں کی بیعت کے بعد شیخ نجیب الدین فردوسی سے مشرف بہ بیعت ہوئے تھے، حیران و پریشان آپ کو تلاشتے تلاشتے اور انتظار کرتے کرتے تھک گئے تو ان تبرکات اور اجازت نامے وغیرہ کو سنبھال کر مصاحبوں کے ساتھ وطن واپس پہنچے اور والدہ ماجدہ کی خدمت میں سارا ماجرا عرض کیا۔ والدہ نے دامن صبر کو تھاما اور آپ کو اللہ پاک کی امان میں سونپا۔

مناقب الاصفیاء کے مطابق بہیا کے جنگل و بیابان میں آپ نے ۱۲ برسوں کی مدت گمنامی میں عالم استغراق میں گذاری۔ اس مدت کی تفصیلات نہیں کے برابر مل پاتی ہیں۔

ایک موقع پر ان کو کسی نے دیکھا کہ ایک درخت پر ہاتھ رکھے ہوئے عالم حیرت میں اس طرح کھڑے ہیں کہ چیونٹیاں حلق میں آتی اور جاتی ہیں جبکہ انہیں اس حال کی کوئی خبر نہیں۔

ایک شخص، جو بارہ سال حضرت مخدوم جہاں کے ساتھ پہاڑ اور جنگل کی

زندگی میں ساتھ تھا، کا بیاں ہے کہ میں نے ان تمام ایام میں مخدوم کو کھانے پینے کی چیزوں کا محتاج نہیں دیکھا۔

عہد شاہ جہانی کے بزرگ مولانا عزیز اللہ حسام الدین بنارسی کبرویؒ اپنی تالیف گوہرستاں (قلمی) میں لکھتے ہیں کہ ایام ریاضت میں مخدوم جہاں کا ۱۲ سال ایسا گذرا کہ آپ کو حصول طہارت کی ضرورت کبھی نہ پڑی۔ اسی تالیف میں ایک نادر اطلاع حضرت مخدوم جہاں سے حضرت میر سید علی ہمدانیؒ (المتوفی ۷۸۶ھ) کی ملاقات واستفاد سے کی بھی ہے وہ فرماتے ہیں۔

> ''حضرت مخدوم جہاں کی مدت ریاضت ہی میں حضرت میر سید علی ہمدانی نے سیاحت کے دوران آپ کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور یہ جاننا چاہا کہ ایک بندہ کی رسائی مرتبہ صمدیت تک ممکن ہے یا کہ نہیں۔ حضرت مخدوم جہاں نے فرمایا کہ ذرا توقف کیجئے آپ پر آپ کے سوال کا جواب روشن ہو جائے گا۔ انہوں نے چھ ماہ کی مدت مخدوم جہاں کے ساتھ گذاری اور اس درمیان بشری و فطری ضرورتوں سے مخدوم جہاں کو بے نیاز وبے پرواپایا تو ان کا وہ شبہہ جو سوال کے ذریعے پیش کیا گیا تھا خود بخود دور ہو گیا اور نیاز مندی کے نتیجے میں حضرت مخدوم جہاں سے خرقہ خلافت اور بے انتہا فیض لے کر حضرت میر سید علی ہمدانی رخصت ہوئے۔''

مولانا عزیز اللہ حسام الدین بنارسی نے یہ بھی اطلاع دی ہے کہ حضرت مخدوم اس مدت میں بعض دفعہ معراج سے بھی ہمکنار ہوئے تھے اور جب کبھی ایسا ہوتا آپ کا جسم مبارک بالکل بے حس و حرکت ہو جاتا یہاں تک کہ ایک مرتبہ تو

لوگوں کی نظر پڑی تو سمجھنے لگے کہ آپ اس جہاں فانی سے رخصت ہوگئے اور رونا پیٹنا مچ گیا۔ لیکن منزل حقیقت کی سیر گاہ سے واپسی نصیب ہوئی تو آپ نے ان پریشان حال غمگین لوگوں کی عقل کے مطابق ان کی تسلی کے لئے اور ان کی حیرت کو دور کرنے کے لئے ایسے عذر پیش کئے کہ ان کی تشفی ہوگئی۔

بھیا ہی کے جنگل میں چولہائی کو مخدوم جہاں کا دیدار نصیب ہوا چولہائی مویشی چرا رہے تھے۔ مخدوم کو تشنگی کا بہانہ ہوا۔ چولہائی کے پاس گئے اور کہا کہ مجھے تھوڑا دودھ اپنی گائے سے دوہ کر دو۔ چولہائی نے کہا کہ ابھی یہ کنواری بچھیا ہے۔ اس کو دودھ نہیں ہوتا۔ معاف کیجئے بابا۔ لیکن مخدوم نہ مانے۔ غصّے میں چولہائی نے زبان سے نہ سمجھنے والے کو عملاً سمجھانا چاہا تو اپنی سمجھ جاتی رہی۔ یعنی دوہنا شروع کیا تو کنواری باچھی سے اتنا دودھ ہوا کہ برتن بھر گیا۔ چولہائی نے مخدوم کا بے اختیار دامن تھاما تو پھر کبھی جدا نہ ہوئے۔

بھیا میں اب تک مخدوم کی چلہّ گاہ موجود ہے اور لوگ نہایت عقیدت سے اب تک یہاں حاضری دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ مخدوم یہاں جب عالم محویت میں تھے، جگدیش پور کا زمیندار وہاں سے گذرا پہلے اس انہیں نے مردہ گمان کیا۔ پاس جاکر دیکھا تو سمجھا کہ زندہ ہیں اٹھا کر اپنے گھر لے لیا۔ انتہائی عقیدت سے خدمت کی مناسب غذادی اور روغن مالش کیا۔ کیفیت بدلی معمول پر آئے تو روانہ ہو جانا چاہا۔ پہلے اس نے روکنا چاہا۔ یہ مانے تو پہنچانے گھر سے ساتھ نکلا۔ آپ واپس کرتے تو نہ مانتا۔ موضع سرودھ تک آیا۔ آخر وہاں سے مخدوم نے اس کو واپس کیا۔ مخدوم کی خدمت کی برکت سے وہاں تک اس کی عملداری ہوگئی جگدیش پور اور ڈمراؤں کے بابو لوگ اسی خاندان سے ہیں۔ عقیدت کیش ہیں اور نیاز فاتحہ کراتے ہیں الغرض مخدوم نے اس زمیندار سے رخصت ہو کر پھر جنگل کی راہ لی

حضرت مخدوم جہاں کی والدہ جو آپ کی جدائی پر دامن صبر تھامے بیٹھی تھیں۔ بارش والی ایک تاریک رات میں، آپ کو یاد کر کے روپڑیں اور آپ کی فکر لاحق ہوئی۔ اچانک دیکھا کہ گھر کے صحن میں ایک پتھر پر مخدوم جہاں کھڑے ہیں۔ والہانہ کہنے لگیں۔ بیٹا اس بارش میں صحن میں کیوں کھڑے ہو؟ گھر کے اندر آجاؤ۔ مخدوم جہاں نے فرمایا۔ امی جان آپ خود ذرا آنگن میں تشریف لائیں اور دیکھ لیں کہ اس بارش میں میں کس طرح ہوں۔ ماں جب صحن میں آئیں تو دیکھا کہ جس جگہ مخدوم جہاں کھڑے ہیں وہاں نہ کوئی بارش ہے اور ان کے کپڑے بھی بالکل خشک ہیں۔ پھر مخدوم بولے۔ امی مجھ کو خدائے تعالیٰ اس طرح رکھے ہوئے ہے۔ آپ میرے لئے کیوں ملول رہتی ہیں؟ مجھ کو خدا کے حوالے کیجئے اور مجھ سے خوش رہئے اس کے بعد مخدوم نے کچھ دنوں قیام فرمایا اور پھر غائب ہو گئے۔ آج بھی وہ پتھر جس پر بارش میں مخدوم جہان نمودار ہو کر کھڑے ہوئے تھے منیر شریف میں رواق کے اندر محفوظ ہے۔

بہیا کے جنگل میں غائب ہونے کے ۱۲ سال بعد ایک شخص نے آپ کو نالندہ ضلع کے راجگیر کے جنگل میں دیکھا۔ پھر راجگیر کے جنگل اور پہاڑیوں میں برسوں گذر گئے لیکن کسی سے ملاقات نہ ہوئی اور اس مدت میں آپ کی مشغولیات در اصل اللہ پاک کے ساتھ ایسے معاملات ہیں، جن کا راز اللہ پاک ہی بہتر جانتا ہے۔

بہیا اور راجگیر کے اطراف میں آپ کے مجاہدات و مشغولیات کی کل مدت کا اندازہ چالیس سال لگایا گیا ہے۔ ان چالیس برسوں میں مختلف النوع تجربات، مشاہدات، الہامات، مہکاشفات اور مدارج و مراتب سے گذرے۔

جوگی کو سدھ کی پہچان

راجگیر کے جنگل میں ایک جوگی کو بزرگ کی تلاش تھی اسے آپ کے بارے میں پتہ چلا تو آپ کی تلاش میں نکلا۔ جب آپ کی خدمت میں پہنچا تو سوال کیا کہ سدھ پرش (مرد کامل) کی پہچان کیا ہے۔ مخدوم جہاں نے فرمایا کہ سدھ پُرش کی پہچان یہ ہے کہ اگر وہ اس جنگل کو کہے سونا ہو جا تو وہ سونا ہو جائے۔ آپ کا یہ کہنا تھا کہ تمام جنگل سونا نظر آنے لگا پھر حضرت مخدوم نے جنگل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ تو اپنے حال پر رہ۔ میں تو حکایتا کہہ رہا تھا۔ (مناقب الاصفیا)

راجگیر میں آثار مخدوم

راجگیر میں وہ جگہ جہاں مخدوم مصروف عبادت رہا کرتے تھے اور متعدد کمالات و نعمات الٰہیہ سے مستفیض ہوئے تھے وہ جگہ آبادی کے دائرے میں آچکی ہے اور مخدوم کنڈ کے نام سے مرجع خلائق ہے۔ یہاں ایک نیم گرم پانی کا صاف و شفاف چشمہ ہے جس میں غسل آج بھی باعث صحت و شفا ہے اور مسجد و حجرہ نیز پورے حلقے پر انوار کی بارش ہنوز جاری و ساری ہے۔ مخدوم کا حجرہ جو اب کوٹھری کی شکل اختیار کر گیا ہے پہلے قدرت کا حسین شاہکار اور مخدوم کی کرامت کا بین ثبوت تھا۔ ابھی بھی غور کرنے پر اس معلق پتھر کی چٹان، جو مخدوم کی عبادت کی جگہ پر اس طرح لٹکی ہوئی ہے گویا کہ بغیر پایوں کی قدرتی چھت ہو۔ اس حجرہ سے قدرے بلند وہ جگہ بھی قابل زیارت ہے جہاں حضرت خضر علیہ السلام سے مخدوم جہاں کی ملاقات ہوئی تھی۔

بہار شریف میں آمد

حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی نے حضرت مخدوم جہاں کی جیسی

تعریف و توصیف فرمائی وہ بات چھپی ہوئی نہ تھی اور بالخصوص ان کے حلقہ مریدین و معتقدین میں اس کا چرچا عام تھا۔ بہار شریف میں بھی ان کے مریدین کا اچھا خاصہ حلقہ تھا۔ جب حضرت مخدوم جہاں کے راجگیر کے جنگلات میں نظر آنے کی خبر پھیلی تو حضرت محبوب الٰہی کے مریدین خصوصی طور پر آپ کی تلاش و جستجو میں راجگیر کی پہاڑیوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت محبوب الٰہی کے ایک مرید، جنہیں شرف خلافت بھی تھا اور جو اپنے مرشد کے ہمنام بھی تھے، یعنی مولانا نظام الدین مولیٰ، نے حضرت مخدوم جہاں کو بیابان میں تلاش کر ہی لیا اور برابر خدمت میں حاضر ہو کر مستفیذ ہونے لگے۔ پھر انہیں کے اصرار پر اور بیابان میں ملاقات کے لئے آنے والوں کی دشواریوں کے پیش نظر حضرت مخدوم جہاں نماز جمعہ میں شرکت کی غرض سے بہار شریف آنے پر راضی ہوئے۔ حضرت مخدوم جہاں بہار شریف کی جامع مسجد میں نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے تشریف لائے تو شروع شروع میں کچھ وقت ٹھہر کر ارشاد و تلقین میں صرف فرماتے پھر راجگیر واپس ہو جاتے۔

خانقاہ معظم کی نظامی تعمیر

نماز جمعہ کے بعد مخدوم جہاں کی خدمت میں بیٹھنے والوں کو اس بات کا احساس ہوا کہ مخدوم کی ذات گرامی سے استفادے میں وقت کی کمی اور مناسب جگہ کے نہ ہونے کی وجہ کر تشنگی رہ جاتی ہے تو حضرت نظام الدین مولیٰ نے جس جگہ آج تک خانقاہ معظم ہے۔ وہاں ایک سادہ سا دو چھپرہ ڈالا اور اسی خس پوش خام زمین پر حضرت مخدوم جہاں کے گرد ہجوم عاشقاں لگنے لگا۔ حضرت مخدوم جہاں کبھی کبھی نماز جمعہ کے بعد یہاں ایک دو روز تک ٹھہر جاتے اور پھر راجگیر کی پہاڑیوں میں گم

ہو جاتے۔ کچھ عرصہ اسی طرح گذرا پھر حضرت نظام الدین مولیٰ نے اپنی پاکیزہ رقم سے حضرت مخدوم جہاں کے لئے ایک رہائشگاہ بھی بنوانے کی پر زور خواہش کا اظہار مجدالملک مقطع بہادر پر کیا، جن کے بارے میں قیاس اغلب ہے کہ وہ بھی حضرت مخدوم کے عقیدت مندوں میں شامل تھے چنانچہ وہی دو چھپرہ عمارت میں بدل گیا۔ جب عمارت مکمل ہوئی تو طعام داری کا بھی نظم کیا اور اس موقع پر عوام و خواص کو مدعو کیا۔ اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کے مریدین نے حضرت مخدوم سے التماس اور اصرار کر کے اس عمارت میں سجادہ رشد و ہدایت پر ان کو بیٹھایا۔ حضرت مخدوم نے بادل ناخوستہ ان کی خواہش منظور فرمائی لیکن جب تک آپ کے پیر مبارک میں طاقت رہی آپ کبھی لمبی اور کبھی مختصر مسافرت سے باز نہیں آئے۔ اسی عمارت میں مشہور زمانہ معدن المعانی کا بڑا حصہ قلمبند کیا گیا۔ مخدوم جہاں کی بیعت ۶۹۱ھ میں مانی جائے اور دور مجاہدہ اگر تیس سال رہا تو ۷۲۱ھ سے ۷۲۴ھ میں کے درمیان دو چھپرہ بعدہ عمارت تعمیر ہوئی۔ اور اگر مجاہدات کی مدت چالیس تھی تو دس سال اضافے کے ساتھ ۷۳۱ھ سے ۷۳۴ھ کے درمیان یہ دونوں تعمیر ہوئی ہو گی۔

خانقاہ معظم کی شاہی تعمیر

ساتویں صدی کی چوتھی دہائی میں حضرت مخدوم جہاں کی شہرت و مقبولیت اور عظمت، سلطنت تغلقیہ کی سرحدوں کو پار کر گئی۔ عوام و خواص سبھی آپ کی ولایت کے قایل ہوئے۔ چنانچہ جب یہ خبر تواتر کے ساتھ سلطان محمد تغلق کو پہنچی تو اس نے اپنے مزاج کے مطابق مجدالملک مقطع بہار کو ایک بلغاری مصلّٰی اس فرمان کے ساتھ بھیجا کہ حضرت مخدوم جہاں کے لئے خانقاہ تعمیر کرادو اور پر گنہ

راجگیر خانقاہ کے اخراجات کے لئے ان کی نذر کرو۔ اگر وہ اسے قبول نہ کریں تو جبر قبول کراؤ۔ یہ واقعہ ۷۳۶ھ سے ۷۵۷ھ کے درمیان کا ہے۔ مجد الملک مقطع بہار کے لئے یہ بڑا مشکل وقت تھا۔ حضرت مخدوم جہاں نے نظام الدین مولیٰ چشتی کے مال مزکّٰی سے تعمیر ہوئی سادہ عمارت کو تو بمشکل قبول فرمایا تھا ان سے امید کیوں کر کی جا سکتی تھی کہ سلطان تغلق کی حکم نما خواہش کو پوری کرتے۔ دوسری طرف سلطان کا حکم زور زبردستی کا تھا۔ عقیدت واثق کی وجہ کر مجد الملک مقطع بہار یہ فیصلہ کر کے ائے کہ مخدوم جو سلطان عقبیٰ ہیں ان کی مرضی کے تابع رہوں گا، خواہ سلطان دنیا تہہ تیغ کیوں نہ کردے۔ مخدوم جہاں کے حضور اپنی بیاض قسمت کھول کر دی۔ حضرت مخدوم جہاں نے ان پر ظلم و سختی ہو یہ ناپسند کرتے ہوئے، اپنے نفس پر جائداد و عمارت کی اذیت و سختی کو ناچار قبول فرمالیا۔ چنانچہ تیزی سے تعمیر شروع ہوئی۔ خانقاہ معظم کی تعمیر کیسی ہوئی، تفصیل کا علم نہیں۔ لیکن اس میں لنگر خانہ، جماعت خانہ، صحن جماعت خانہ وغیرہ تھا، اس کا اندازہ مخدوم کے ملفوظات میں منتشر اطلاعات سے ہوتا ہے۔ خانقاہ معظم کے ساتھ ہی ساتھ اس کی عمارت سے ذرا علیحدہ خاص حضرت مخدوم جہاں کے لئے ایک حجرہ اور رواق بھی تعمیر ہوا۔ جب عمارت مکمل ہوگئی تو مجد الملک مقطع بہار نے دعوت کا انتظام کیا۔ تمام لنگر داروں، صوفیوں اور خواجہ نظام الدین اولیا کے مریدین کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا۔ نو تعمیر صحن جماعت خانہ میں سماع کی مجلس سجی اور حضرت مخدوم جہاں تغلق کے ارسال کردہ بلغاری مصلے پر اپنے حجرے میں جلوہ افروز ہوئے۔ قوالوں نے جو غزلیں گائیں ان میں حضرت امیر خسروؔ کی وہ غزل بھی تھی جس کے مندرجہ ذیل شعر کی تشریح اسی مجلس میں قاضی اشرف الدین نے مخدوم جہاں سے پوچھی،

گفتم اے خورشید حشر آخر بریں سو تابشے

گفت کہ خسرو باش تا صبح قیامت بر دمد

ایک مسافر درویش بھی اس مجلس میں حاضر تھے سماع سے اٹھ کر مخدوم کے حضور میں آئے تو مخدوم نے ان کا استقبال یہ فرماتے ہوئے کیا کہ یہ منزل اور مقام آپ لوگوں کا ہے، بادشاہ وقت کی اطاعت ضروری ہے، اس کے بغیر چارہ نہیں اور ملک مجد الملک کو بادشاہ کی جانب سے یہ تاکید ہے کہ اسے قبول کرائیں اور سب جو کچھ بھی ہے انہیں درویشوں کا صدقہ ہے ورنہ یہ شخص اسلام کے لائق بھی نہیں پھر مصلے کے لائق کیوں کر ہو سکتا ہے۔

یہ سن کر وہ مسافر درویش کہنے لگے۔ مخدوم آپ کو کسی نے خانقاہ اور مصلے کی وجہ کر نہیں پہچانا ہے۔ آپ کو جو شخص پہچانتا ہے حق کی وجہ سے پہچانتا ہے۔ ہم لوگ یہاں آپ کی قوت باطن اور آپ کے طفیل سے آئے ہیں۔ یہاں آپ کی برکت سے اسلام ظاہر ہو گا اور قوی ہو گا۔ مخدوم نے فرمایا کہ جو فقراء کی زبان سے نکلتا ہے وہی ہوتا ہے اور یہ مصرع پڑھا ع

آنرا کہ سلطاں بود او ہر چہ گوید آں بود

خانقاہ معظم کی ولی اللّٰہی تعمیر

تغلق کی تعمیر کردہ خانقاہ میں عمارات کے علاوہ کشادہ زمین اور وسیع احاطہ بھی تھا۔ اب ایسا معلو ہوتا ہے کہ بعد میں خانوادہ مخدوم جہاں میں تقسیم ہونے کی وجہ کر خاص حلقہ حانقاہ مختصر رہ گیا ہے لیکن ابھی بھی عمارت و حجرے کے علاوہ کشادہ میدان خانقاہ کے سامنے موجود ہے۔

حضرت مخدوم جہاں کے بعد ان کے ۱۲ ویں سجادہ نشین حضرت مخدوم

دیوان شاہ علی فردوسی سے پہلی دفعہ خانقاہ معظم کے احاطہ میں باضابطہ بودوباش اختیار کی اور خانقاہ کو عام دنوں میں بھی آباد و شاداب کیا۔ اسی خانقاہ معظم کا محل وقوع آپ کے نام نامی سے موسوم ہو کر محلّہ شاہ علی (عرف محلّہ خانقاہ)، مشہور ہوا۔ انہوں نے ہی خانقاہ معظم کے گرداگرد خانقاہ کی کشادہ زمین پر عمارتیں بنوائیں اور ایک وسیع لنگر خانہ فقراو مسافرین نیز نادار لوگوں کے لئے جاری کیا۔ لیکن خانقاہ معظم کی عمارت شاید تغلق کی بنوائی ہوئی اصلی حالت پر رہی۔

شاہی تعمیر کے تقریباً ساڑھے چار سو سال بعد خانقاہ معظم میں حضرت مخدوم جہاں کے ۲۱ویں سجادہ نشین حضرت سید شاہ ولی اللہ فردوسی (المتوفی ۱۲۳۴ھ) نے خانقاہ معظم کی تعمیر نو بڑے حوصلے سے فرمائی۔ چنانچہ دالان دو درجہ، پانچ پانچ محرابیں، دونوں گوشوں پر کوٹھریاں، آگے دالانچہ اور مجلس سماع کے لئے صحن میں چبوترہ وغیرہ بنا۔

خانقاہ معظم کی تعمیر امجاد

خانقاہ معظم کی ولی اللہی تعمیر کے تقریباً دو سو برسوں بعد گذشتہ سال حضرت مخدوم جہاں کے موجودہ ۲۶ویں سجادہ نشیں حضرت سید شاہ محمد امجاد صاحب قبلہ فردوسی رحمتہ اللہ علیہ نے خانقاہ معظم کی از سر نو تعمیر کی بنیاد رکھی اور مکمل ہوئی بحمداللہ یہ خانقاہ متبرک نہایت ہی عالیشان مستحکم اور جاذب قلب و نظر بن کر عرس مخدوم کی تیاری میں سج اور سنور رہی ہے۔ کثیر رقم، کڑی محنت ولگن اور گہری نگہداشت سے بنی اس عظیم الشان خانقاہ میں صاحب سجادہ کے جواں سال، صالح شعار صاحبزادے اور جانشیں برادرم مولانا سید شاہ سیف الدین فردوسی کی نیکی، عزم مصمم اور جوش و جذبہ بھی خوب خوب معاون رہا ہے۔ سابق سجادہ نشیں

جناب حضور سید شاہ محمد سجاد فردوسی علیہ الرحمۃ والرضوان کے چہیتے اور جان نثار مرید محترمی جناب شمس الضحیٰ فردوسی حاحب نے تو خانقاہ معظم کی تعمیر نو میں وہ کردار ادا کیا ہے جو دور حضرت مخدوم جہاں میں خوجہ نظام الدین اولیا کے مریدین کے درمیان ان کے خاص مرید حضرت نظام الدین مولیٰ نے اعا کیا تھا۔ انہوں نے مخدوم جہاں کے ایسے گھر کی پاسبانی وآباد کاری کی ہے، جس کے ذریعہ زمانے نے کتنوں کے دنیا وآخرت میں محلات حسنات کو تعمیر ہوتے ہوئے دیکھا ہے تو یقیناً اللہ پاک خاص ان کے لئے آخرت میں باغات کی آبیاری اور مکانات کی تعمیر و پاسبانی فرمارہا ہو گا۔ جزاك الله تعالے خیر الجزا۔

اللہ پاک اس فردوسی چمن کو زندہ جاوید رکھے اور اس عمارت میں ایک بار پھر وہ شب و روز زندہ فرمادے کہ جن کی تابناکی سے حضرت مخدوم جہاں کے نقش قدم ابھر کر یوں نظر آنے لگیں کہ صاجب نظراں ان کے سہارے وہ سجدے بجالائیں جن کہ ذریعے ہزار سجدوں سے نجات ملتی ہے۔

رشد وہدایت

مخدوم جہاں نے اسی خانقاہ معظم میں بیٹھ کر اتباع سنت، اخلاق و کردار، تزکیہ و تصفیہ، احسان و عرفان، عبادت وریاضت، افہام و تفہیم، غورو فکراور خدمت و محبت کاایسانمونہ پیش کیاکہ بہارشریف بقعہ نور بن گیااور آپ کی ذات بابرکت ایسا منارۂ نور اور قطب نمابن گئی کہ جس کی روشن سمت میں ملتان و سیوستان و چشت جیسے دور دراز علاقوں سے بھی اہل اللہ کے متلاشی، حق کے طلبگار، مظلوم دنیا، نفس پر ظلم کرنے والے، آپ کی طرف کھنچے چلے آئے اور شب وروز حاضر رہ کرکامیاب و بامراد گئے۔

چنانچہ اس زمانہ میں آپ کے مریدوں کی تعداد ایک لاکھ سے تجاوز کر گئی تھی۔ ان میں چالیس واصل باللہ تو نمایاں تھے اور تین سو واصل باللہ ایسے تھے جن کا حال پوشیدہ تھا۔

صبح و شام حضرت مخدوم جہاں کبھی خانقاہ معظم میں جلوہ افروز رہتے تو کبھی حجرے میں تشریف رکھتے اور طالبان صادق کا مجمع لگا رہتا۔ قرآن و تفسیر، فقہہ، اصول فقہہ، علم کلام، تصوف اور اخلاق و سیر کے موضوعات پر گفتگو ہوتی۔ شکوک دور کئے جاتے۔ مسائل حل فرمائے جاتے۔ غلط فہمیاں دور کی جاتیں۔ گناہوں سے توبہ کرائی جاتی۔ اولیاء اللہ صحابہ کرام کی سیرت بیان ہوتی۔ احادیث و سنن اور سیرت نبوی ﷺ کے عملی نمونے پیش کئے جاتے۔ اوراد و اذکار بتائے جاتے۔ جو مرید شریک مجلس نہیں ہوتے اور تحریر کے ذریعہ تعلیم کے طلبگار ہوتے۔ ان کو مکتوبات ارسال کئے جاتے۔ مخلصین کے خطوں کے جواب لکھائے جاتے۔ جو طلباء کسی کتاب کا درس لینا چاہتے انہیں نہایت محبت کے ساتھ تدریس فرمائی جاتی۔ کوئی عوارف لمعارف پڑھتا تو کسی کو شیخ الشیوخ کی وصیت کا درس دیا جاتا۔ کوئی تمہید ابو شکور سلمی پڑھتا تو کوئی وقت پر ہدایہ کے سبق کے لئے حاضر ہوتا۔ بادشاہ وحکام کے دربار میں مظلوموں کی سفارش کی جاتی اور ان سب سے موقعہ نکال کر حضرت مخدوم عزیزوں سے ملاقات کو بہار اور بہار سے باہر بھی تشریف لے جاتے اور مختلف بستیوں میں دوران سفر رکتے، لوگوں کے دکھ درد سنتے ان کا مداوا فرماتے۔ بزرگوں کے مزارات پر حاضری کے لئے بھی جاتے۔ کسی کی خوشی کی خبر آتی تو آپ بھی پیغام مسرت بھیجتے، نومولود کو اپنی جانب سے جوڑا جامہ بھیجتے۔ غم کی خبر ملتی تو اس طرح تعزیت فرماتے کہ نہ صرف غم غلط ہوتا بلکہ اللہ سے قربت میں بھی اضافہ ہوتا۔

معاصر مشایخ اور حضرت مخدوم جہاں

معاصر مشائخ سے حضرت مخدوم جہاں کے بڑے گہرے خوشگوار روابط تھے۔آپ ان کی تواضع فرماتے اور وہ آپ کی قدرو منزلت کا بر ملا اظہار فرماتے۔ اکثر بزرگوں کے ساتھ یہ دیکھا گیا کہ وہ دوسرے بزرگ کی ولایت میں جانے سے ہچکچاتے ہیں یا پھر جس علاقے میں کوئی بزرگ موجود ہو وہاں دوسرے بزرگ کا وجود بے معنی سمجھتے ہیں۔ لیکن حضرت مخدوم جہاں کے دور میں بہار شریف گویا بزرگوں ولیوں اور صوفیوں کی آماجگاہ بن گیا تھا۔ خود حضرت مخدوم نے بہتیرے کامل بزرگوں کو بہار شریف بلایا اور قیام کرایا۔ کچھ کو اپنی خانقاہ میں ٹھہرایا۔ دہلی، بنگال، اُچہ (ملتان)، جونپور، ظفر آباد وغیرہ کے مشائخ عظام سے مخدوم کے دیرینہ تعلقات تھے۔ مابین خطوط آتے اور جاتے۔ تحفے تحائف موصول وارسال ہوتے رہتے۔ مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ اور آپ کے درمیان بے پناہ خلوص و محبت تھا۔ حضرت نصیرالدین چراغ دہلویؒ (جانشین و خلیفہ حضرت محبوب الہیؒ) تک مولانا مظفر بلخیؒ کے ذریعہ مخدوم جہاں کے مکتوبات پہنچ گئے تھے، وہ ان مکتوبات کے سچے قدردان تھے۔ حضرت بدرالدین بدر عالم زاہدیؒ اور حضرت لطیف الدین دانشمند موڑوی کو مخدوم جہاں نے ہی بہار شریف بلا کر ان سے سجادہ مشیخت آباد کرایا تھا۔ حضرت شیخ علاؤ الدین جیوریؒ کے صاحبزادے اور اپنے پیر و مرشد کے خواہرزادے حضرت وحیدالدین چلہ کش سے تو مخدوم نے اپنی پوتی ہی کو منسوب کر دیا تھا اور خود اکثر ان کی خانقاہ میں اپنی پوتی سے ملنے جایا کرتے تھے۔ حضرت تیم اللہ سفید باز چشتیؒ جو کہ مخدوم کے خالہ زاد بھائی تھے، سے حضرت مخدوم جہاں کی خوب قربت تھی، ان کے مرید حضرت شمس الدین سفید باز سمن اردیؒ مخدوم کی خدمت میں بھی آیا کرتے تھے۔

حضرت میر سید علی ہمدانیؒ بھی مخدوم سے مستفید النعمت ہوئے تھے۔ مخدوم جہاں کی اپنے خالہ زاد بھائی اور شیخ کامل حضرت مخدوم احمد چرم پوشؒ سے بھی، باوجود فرق مزاج، خوب خوب موانست تھی اور دونوں ایک دوسرے کے رازدار تھے۔

مخدوم جہاں کرتار روپ میں

ایک حسین و جمیل جوگی بہار شریف آیا۔ اس کے نورانی چہرے کا شہرہ سن کر مخدوم جہاں کے بعض مریدین بھی اس سے ملنے گئے۔ جوگی کو دیکھ کر ان کے دلوں میں یہ بات گزری کہ کیا خدائے تعالیٰ غیر مسلم فقیروں کو بھی ایسا حسن عطا کرتا ہے۔ وہ جوگی پہنچا ہوا تھا ان کی حیرت تاڑ گیا۔ اس نے ان لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا ''تم جو سوچ رہے ہو ویسا خیال نہیں رکھنا چاہئے کیا تم لوگ کسی گرو کے چیلے ہو؟'' مخدوم جہاں کے مریدوں نے مخدوم کے بارے میں اسے بتایا تو وہ مخدوم سے ملاقات کا خواہش مند ہوا۔ وہ ان لوگوں کے ساتھ مخدوم جہاں کی خدمت میں آیا۔ مخدوم اپنے حجرے کے باہر تشریف رکھتے تھے۔ جیسے ہی مخدوم پر جوگی کی نظر پڑی وہ الٹے پیر واپس ہوا ان لوگوں نے پوچھا کیوں بھاگتے ہو؟ جوگی نے کہا کہ تمہارے گرو کرتار روپ میں ہیں، میں ان کے سامنے جانے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اگر جاؤں گا تو جل جاؤں گا۔

مخدوم کے مریدوں نے مخدوم سے جوگی کا سارا واقعہ سنایا تو حضرت مخدوم جہاں مسکرائے اور کہا اچھا جاؤ اس سے کہو کہ اب چلو اب تم دیکھ سکو گے۔ وہ دوبارہ آیا تو کہا کہ ہاں اب پاس جا سکتا ہوں۔ تھوڑی ہی دیر میں اسلام قبول کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ وہ مخدوم کے ہاتھ پر ایمان لایا اور تین دن خدمت میں رہ کر کامل و مکمل واپس گیا۔

آہن پوش قلندر

ایک موقع پر ایک آہن پوش قلندر مخدوم جہاں کی بارگاہ میں آیا۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ تم لوہا کیوں نہیں اتارتے؟ اس نے جواب دیا کوئی ہے جو اسے اتارے؟ حضرت مخدوم جہاں یہ سن کر مراقب ہوئے اور تمام لوہا اس کے بدن سے خود بخود ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر گیا۔

مخدوم جہاں اور مکہ مکرمہ

ایک شخص مکہ مکرمہ سے آیا۔ ایک تسبیح خدمت میں پیش کی۔ اس نے کہا۔ مکہ مبارکہ میں ایک جمعہ کی رات اس تسبیح کو میں نے پایا تھا۔ جو لوگ وہاں تھے، ان سے پوچھا کہ یہ تسبیح کس کی ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ تسبیح شیخ شرف الدین منیری کی ہے۔ بہار میں رہتے ہیں۔ جمعہ کی رات کو یہاں آتے ہیں۔ سیاح نے کہا کہ میں نے یہ تسبیح رکھ لی تاکہ اسے میں خود آپ تک پہنچاؤں۔

تعلیمات مخدوم جہاں

مخدوم الملک صاحب جو دو کرم اور بڑے شفیق دوست پر ور اور رحم دل تھے۔ آپ اپنے بیگانے سب کیلئے ایک متاع عزیز تھے۔ آپ کی ذات سے دوست دشمن سب ہی فیض حاصل کرتے۔ اپنی زندگی کا بڑا حصہ خدمت خلق میں گذارا۔ آپ کو خدمت خلق اور حق العباد کا بڑا خیال تھا۔ آپ اکثر کہا کرتے تھے کہ :

مخلوق کی خدمت کرنا ان کے کام میں لگے رہنا بڑی دولت ہے۔ آپ فرماتے ہیں" حق سخت تراز حق خداوند سہت کہ حق خداوند بہ توبہ او ستعفار بزر دو حق مخلوق تا اور خواستند تکی بیگذار دناش اے

مخدوم الملک اخلاق نبوی کے نمونہ تھے۔ آپ مخلوق کی دل جوئی اور عیب پوشی کیا

کرتے تھے۔ آپ نے اپنے مکتوبات و ملفوظاب میں حسن اخلاق کا کثرت سے درس دیا ہے۔ جیسا کہ مکتوبات صدی کے مندرجہ ذیل اقتباسات سے پتہ چلتا ہے۔

"میرے عزیز بھائی شمس الدین اللہ تم کو اچھے اخلاق کے ساتھ مشرف کرے۔ جانو کہ اخلاق آغاز فطرت میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو دیا گیا ہے اور آدم علیہ السلام سے انبیاء اور رسولوں نے ترکہ میں پایا ہے یہاں تک کہ حضرت سید علم صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچا اور آپ سے آپکی امت کو ملا ہے۔ اسی طرح تمام بُرے اخلاق تقسیم کے وقت شیطان کو دیۓ گئے اور اس سے متکبروں اور نافرمانی کرنے والوں تک پہنچے اور یہی شیطان کی امت کہلائے۔ تو جو کوئی شریعت کی پیروی میں زیادہ مضبوط ہو گا اسکی خصلت بھی اچھی ہو گی کیونکہ اچھی خصلت والا بارگاہ خداوندی میں زیادہ عزیز ہوتا ہے۔

[۲]

"اپنے اور غیر کے دور و نزدیک والوں کے ساتھ اچھے برتاؤ رکھے اور لوگوں کے ساتھ بدمزاجی سے پیش نہ آئے تاکہ مردت مٹ نہ جائے اور بد خصلتی نہ کرے تاکہ خوش دلی میں فرق نہ آنے پائے اور ہر وقت ہنس مکھ اور کم بولنے والا جس سے ملے پہلے خود سلام کرے۔"

[۳]

"کسی کی غیبت گالی اور جھوٹ زبان سے نہ نکالے اور اپنے کاموں میں زیادہ (تکلف) بڑھاؤ چڑھاؤ کرنے سے پرہیز کرے۔ کیونکہ اچھے اخلاق کی صفت بے تکلفی اور سادگی ہے"۔

[۴]

"ہر حال میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی پیروی ہو اور جہاں تک ہوسے بُرے اخلاق سے پرہیز کرے بلکہ اُسے اپنے پاس بھی پھٹکنے نہ دے تاکہ اُسکی نسبت شیطان سے نہ ملنے پائے اور کسی وقت شیطان کی طرح بدکردار اور بدزبان نہ ہو۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے نقل ہے کہ آپ نے فرمایا۔" جو تجھ پر ظلم کرے اس کو معاف کردے۔ اور جو تجھ کو کچھ نہ دے تو اسکو دے۔

[۵]

درددو وظائف اور عبادتیں اتنی ہیں کہ جو بیان نہیں کی جاسکتیں۔ مگر کوئی عبادت افضل اور مفید تر خدمت خلق سے نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ حضور سے پوچھا گیا ایّ صدقة اَفضلُ قال خِدُمة عَبدُ فی سبیل اللّٰه اَوَظلّ فسطِاطٍ اوُ طروقة فحلٍ فیّ سبیل اللّٰهط

(کون ساصدقہ زیادہ افضل ہے فرمایا بندے کی خدمت کرنا خدا کی راہ میں یاسایے کی غرض سے خدا کے راستے میں شامیانے لگانا خیمے نصب کرنا یا خدا کی راہ میں اونٹ یا کشتی دنیا۔)

ایک اور دوسری جگہ ارشاد ہوا:

السّاعِیُ الارمبة والمساکین کالمجاھدنی سبیل اللّٰه اوُ کالّذی یصومُ النھارویقومُ الّیلُ

(بیوہ عورتوں کے کام میں دوڑنا اور غریبوں مسکینوں کی خدمت بجالانا ایک مجاہد کی طرح ہے۔ راہ خدا میں یا اُن لوگوں کی طرح ہے جو دن کو روزہ رکھتے ہیں اور راتوں کو عبادت کرتے ہیں۔ مگر خدمت کیلئے شرطیں ہیں وہ یہ کہ اپنی آرزو اور اپنا

تصرف بالکل چھوڑ دے اور قوم و جماعت کا جو مقصد ہے ویسا ہی کرے۔ مسافر یا مقیم جو بھی ہوں اُن کی طبیعت کے رجحان کے مطابق کام کرے تاکہ انہیں فراغت دل حاصل ہو۔ اور بے فکر ہو کر اپنے اوقات ورد وظائف میں گذاریں اور فارغ البال ہو کر اپنے معمولات میں مشغول رہ سکیں۔ اُن کو جو کچھ ریاضت اور مجاہدہ سے حاصل ہو گا اسکو اُسی خدمت سے وہی سب فائدے ہوں گے۔

اپنے ملفوظات میں بیان کیا ہے

"پڑوسی کا حق ادا کرنا اسلام کی سنت (طریقہ) ہے۔ حدیث میں ہے پڑوسی کی خدمت کی بزرگی لڑکے پر ماں کی خدمت کی بزرگی کی طرح ہے۔"

[فوائد المریدین ذکر دوازدھم]

خوان پر نعمت آپ کا ملفوظ ہے اسکے مجلس شانزدہم میں ارشاد فرماتے ہیں۔

"خدمت خلق کار پیغمبراں است (خدمت خلق پیغمبروں کا شیوہ ہے)"

مکتوبات صدی کے ۷۱ ویں مکتوب میں رقمطراز ہیں۔

"جو کام خلق اللہ کے لئے نیک دلی اور ہنسی خوشی کے ساتھ کرے تاکہ توفیق خیر کا مستحق ہو اور ان کاموں کی انجام دہی پر شکر حق بجالائے اور جو کچھ اس سے ممکن ہو جماعت و ملت کیلئے نیکیاں کرتا جائے۔ اور اگر کوئی دقیقہ فروگذاشت ہو جائے تو پشیمان ہو اور تاوان ادا کرے خدمتیں بے شمار ہیں۔ اور مقصود یہ ہے کہ جوان افراد کسی طرح بھی خدمت سے جان نہ چرائیں۔ شیخ ابو العباس قصاب رحمتہ اللہ علیہ نے کہا ہے، جو مرید اس کام کرنے کے واسطے کھڑا ہو گا۔ اس کیلئے یہ کام نماز نفل کی سو (۱۰۰) رکعتوں سے زیادہ مفید و بہتر ہے۔"

مخدوم الملک مخلوق کی دل جوئی اور عیب پوشی کیا کرتے تھے۔ آپ کو ہمیشہ یہ فکر لاحق ہوتی کہ میری ذات سے کسی کا دل نہ ٹوٹے۔

ایک مرتبہ کسی شخص نے آپ کو کھانے کی دعوت دی آپ نفل روزہ سے تھے مگر دل جوئی کیلئے آپ نے روزہ توڑدیا اور اس کی دعوت قبول کرلی اور فرمایاکہ روزہ میں نے اس لئے توڑدیاکہ اس کی قضا ہے لیکن اس کادل ٹوٹ جائے گا۔ تومیں اللہ کے پاس کیاجواب دوں گا۔ ایک شخص نے بڑھ کر نماز کی امامت کی اور وہ شخص شرابی تھالوگوں نے مخدوم الملک سے کہایہ آدمی شرابی ہے اور نماز کیلئے امامت کی وہ شخص بہت خوفزدہ اور شرمندہ تھاآپ نے اپنے مریدوں سے کہا۔ یہ شخص ہمیشہ شراب نہیں پیتا ہوگا۔ لوگوں نے عرض کیا حضور یہ ہروقت پیتا رہتاہے آپ نے فرمایا۔ "رمضان میں نہیں پیتا ہوگا۔ آپ نے بات کو ٹال کر اسکو ذلیل ہونے سے بچالیا:

آپ بارہ(۱۲) برس بہیا کی جنگل میں تیس برس راجگیر کے جنگل میں مقیم رہے اور وہاں سخت سے سخت مجاھدے اور کڑی سے کڑی ریاضتیں کیں اور ان بیالس برسوں میں آپ کی غذاصرف درخت کی پتیاں تھیں۔

حضرت مولانا مظفر بلخی رحمتہ اللہ علیہ جو مخدوم کے چہیتے مرید تھے۔ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے مخدوم جہاں سے عرض کیاکہ حضور! چالیس برس تک جنگل میں آپ کیا کھاکر رہتے تھے۔ مخدوم نے فرمایاضرورت کے تحت گھاس اور پتیاں کھالیاکرتا تھا۔ راجگیر کے جنگل میں میری غذاصرف درخت کی پتیاں تھیں۔

مخدوم کی تالیفات میں نفس کشی پر بھی بڑا زور ہے اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں۔

"سنو خواہش،نفس کی صفتوں میں سے ایک صفت ہے۔واصلانِ حق کیلئے یہ حجاب ہے اور مریدوں کیلئے راستہ روک دینے والی ہے جس نے خواہشات کی پیروی کی، ہلاک ہوگیا"

مزید آگے رقمطراز ہیں :۔

”خواہش کی دو قسمیں ہیں ایک لذت و شہوت کی خواہش دوسرے مرتبہ عہدہ اور ریاست کی خواہش ۔جس کو لذت وشہوت کی خواہش ہو وہ میخانے میں مقیم ہوتا ہے اور دوسرے لوگ اس کے فتنہ وشر سے محفوظ رہتے ہیں مگر جسکو ریاست ومنصب کی خواہش ہوتی ہے وہ عبادت گاہوں خانقاہوں اور دائروں میں رہتا ہے اور مخلوق کیلیے فتنہ ہوتا ہے خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور مخلوق کو گمراہ کرتا ہے ۔تو جس کے تمام افعال خواہش کے مطابق ہوں اور نفس کی رضامندی ہی اس کا مقصود ہو وہ ،اگر آسمان پر بھی پہنچ جائے تو وہ خدا سے دور ہی رہے گا“۔

دوسرے مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں۔

”نفس کو نرم کرنے کی تین چیزیں ہیں ایک یہ کہ نفس کو خواہشوں اور لذتوں سے روک دو کیونکہ جب چوپائے دانہ گھاس نہیں پاتے تو نرم ہو جاتے ہیں ۔دوسرے یہ کہ عبادت کا بھاری بوجھ اس پر لاد دو کیونکہ جب خچر پر زیادہ بھاری بوجھ لاد دیا جاتا ہے تو وہ سیدھا ہو جاتا ہے خاص کر ایسی حالت میں کہ دانہ پانی کی مار اس پر پڑچکی ہو تیسرے یہ کہ خدائے تعالیٰ سے امداد مانگو اور اس کی بارگاہ عظیم میں پناہ ڈھونڈو۔“

”جو کوئی چاہتا ہو کہ خدا کے قرب کی بزرگی حاصل کرے اس سے کہو کہ وہ اپنی خواہش کے خلاف کرتا رہے ۔ کیونکہ بندے کی کوئی عبادت خواہش کی مخالفت سے بڑھ کر نہیں کیونکہ ناخن سے پہاڑ کھودنا آسان ہے مگر خواہش کی مخالفت کرنا مشکل ہے۔“

”.......اب سنو شیطان کو مجال نہیں کہ بندوں کے دل میں کوئی فتنہ وشر پیدا کر سکے جب تک خود اُسے معصیت وشہوت کی خواہش نہ ہو مگر جب خواہش

ظاہر ہونے لگتی ہے تو شیطان پکڑ لیتا سراہتا اور اس کے دل میں جلوہ گری کرتا ہے اُسی کو وسواس کہتے ہیں اس کی ابتدا خواہش سے ہوا کرتی ہے"

"اب سنو بھائی خالی پیٹ رہنے کو اس راستے میں بڑی شرافت حاصل ہے اور ہر گروہ کے نزدیک قابل تعریف ہے۔ جیسا کہ ظاہر ہے کہ بھوکے کی طبیعت تیز تر اور اس کی سمجھ صاف تر اور صحت بہتر ہو جاتی ہے۔ حضرت ابوالعباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ فرمایا کہ میری بندگی اور معصیت دو حالتوں سے متعلق ہے جب میں سیر ہو کر کھالیتا ہوں تو تمام گناہ کو اپنے اندر پاتا ہوں اور نہیں کھاتا تو تمام عبادات کی اصل اپنی ذات میں محسوس کرتا ہوں بزرگوں نے کہا ہے کہ مرید کیلئے پیٹ کی اصلاح مشکل ترین کام ہے کیونکہ اس کا نقصان بہت اور اثر قوی تر ہوتا ہے اس لئے کہ یہی سارے گناہوں کا سرچشمہ اور مخزن ہے پس تمہارے لےء پیٹ کی اصلاح لازم ہے انسان میں گنہہ گاری اور پاکدامنی ہے اور بدن میں قوت وضعف پیٹ سے پیدا ہوتی ہے اس لئے اول پیٹ کو حرام اور شبہ کی چیزوں سے اور اس کے بعد ضرورت سے زیادہ حلال سے بھی پرہیز کرنا چاہئے ۱۰

اے عزیز جانو کہ مجاہدہ کیا ہے؟ مجاہدہ نفس وشیطان سے جہاد کرنا ہے تو طالب کو چاہئے کہ رات دن اپنے نفس سے جنگ کرے"

مخدوم الملک نے کبھی نفس کی خاطر داری نہیں کی جب نفس کبھی کچھ خواہش جائز چیزوں کیلئے بھی کرتا تو آپ ترک کر دیتے کہ اس سے نفس کو لذت حاصل ہوگی۔

ایک مرتبہ آپ کے عقیدت مندوں میں سے کسی نے بہت لذیذ فالودہ پیش کیا آپ نے اس کو اُٹھا کر سونگھا اور زمین پر رکھ دیا اور قاضی زاہد کے طرف نگاہ

کر کے فرمایا زاہد میرے نفس نے تو مجھے ڈبو ہی دیا تھا مگر اللہ کا شکر ہے اُس نے مجھے بچالیا۔

مونس القلوب میں ہے کہ مخدوم الملک سے ایک دن قاضی زاہد نے پوچھا کہ آپ کو کب کب ذوق حاصل ہوا تو مخدوم الملک نے ارشاد فرمایا۔

"جب میں راجگیر کے جنگل میں مقیم تھا میرا گذر ایک گئوشالہ کے طرف سے ہوا گائے اچھی لگی اس کا چرواہا دوسری طرف ایک درخت کے سایہ میں سو رہا تھا اور کئی گائیں چر رہی تھیں اس وقت کئی ہندو عورتیں گوبر لینے آئیں ان میں ایک ڈائن تھی اس نے گائے کو چوٹ پہنچائی گائے گر کر تڑپنے لگی چرواہا دیکھ رہا تھا اس نے مجھے جادوگر خیال کیا اور غصے میں آکر ایک لاٹھی سر پر مارا مخدوم جہاں فرماتے ہیں کہ اس وقت مجھے عجیب پُر لطف ذوق ملا تھا کیوں کہ میرا نفس کچلا گیا تھا"

ایک اور جگہ فرماتے ہیں" کہ جس وقت میں کوہ راجگیر میں تھا حالت اضطرار میں کسی مباح چیز کی تلاس میں چلا دامن کوہ میں ایک فرد کو دیکھا کہ کھانا کھا رہا ہے اور اس کے ملازم دوہرا مور چھل ہلا رہے ہیں، مین اس کے نزدیک گیا اور کہا۔" التوفیق شئی عظیم" یعنی توفیق عمدہ چیز ہے۔اُس فرد نے کہا آؤ کھانا کھاؤ میں گیا اور بقدر ضرورت لقمہ اٹھایا تھا کہ اس کے لوگ مجھے دیکھ کر آئے اور خواجہ کو جھڑکا اے خواجہ! تم کو شرم نہیں کہ ایسے شخص کے ساتھ کھانا کھا رہے ہو۔ مجھ کو اس بات نے مزہ دیا اور میں پہاڑ پر چڑھ گیا تین دن تک اسی خوشی میں پہاڑ پر تواجد میں رہا۔

مخدوم جہانیاں، جہاں گشت سید جلال الدین بخاری کو مخدوم الملک سے گہری عقیدت تھی۔ آپ حد درجہ الفت رکھتے تھے۔آپ دلی میں تھے تو اکثر بہار کی طرف رُخ کر کے سینے کو ملتے" کہتے مجھے بہار سے عشق کی بو آری ہے۔

حضرت مخدوم جہاں نے ایک جوڑا کفش حضرت جلال الدین جہانیاں جہاں

گشت رحمتہ اللہ علیہ کو بھیجا تو انہوں نے آپ کے پاس دستار بھیجی۔ حضرت سید جلال الدین کے مریدوں نے ان سے دریافت کیا کہ انہوں نے کفش بھیجی آپ نے دستار بھیجی اس کا مطلب کیا ہے آپ نے فرمایا انہوں نے کفش بھیجی اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم خاک پا ہیں انہوں نے میرے ساتھ اسی طرح کی نوازش کی ہے اور انکساری برتی ہے تو میں نے پگڑی بھیجی۔ یعنی آپ میرے سر کے تاج ہیں۔

سلطان فیروزشاہ تغلق، حضرت جلال الدین جہانیاں جہاں گشتؒ کا معتقد تھا۔ اس نے آپ کے خادم سے پوچھا۔" حضرت بہت دنوں سے تشریف نہیں لارہے ہیں۔ سید جلال الدین کے خادم نے جواب دیا" کہ بہار سے مخدوم الملک شرف الدین کا ایک مکتوب حضرت کے پاس آیا ہے۔ اس کے مطالعے میں مشغول ہیں اسی لئے انہوں نے کہیں آنا جانا ترک کردیا ہے۔

سید جلال الدین بخاری مخدوم الملک کے مکتوبات کا مطالعہ کرتے تو خلوت نشیں ہوجاتے اور لوگوں سے ملنا جلنا بالکل ترک کردیتے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے سوال کیا" کہ ان دنوں آپ کا کیا مشغلہ ہے ؟"

"آپ نے فرمایا شیخ شرف الدین یحیٰ مُنیری کے مکتوب کا مطالعہ کررہا ہوں اس نے دریافت کیا" ان کے مکتوب کو کیسا پایا؟"

آپ نے فرمایا ابھی تک بعض مقامات تک میری رسائی نہیں ہوئی ہے اور میں سمجھ نہیں پایا ہوں۔

کرامات مخدوم الملک

حضرت مخدوم الملک چاہتے تو آپ سے بے شمار کرامتیں صادر ہوتیں کیونکہ انہوں نے ریاضت اور مجاہدہ کرکے وہ روحانی قوت حاصل کرلی تھی کہ اس

دور کے مشائخ میں بہت کم پائی جاتی تھی۔ آپ نے بارگاہ رسالت سے بلاواسطہ فیض حاصل کیا تھا۔ آپ ولایت کے عظیم مرتبے پر فائز تھے لیکن کشف و کرامت کے اظہار سے گریز کرتے تھے۔ اس کا ذکر آپ نے مکتوبات و ملفوظات میں کیا ہے۔

مکتوبات صدی کے دسویں مکتوب میں رقم طراز ہیں۔

"اے میرے عزیز بھائی! اللہ تعالےٰ تم کو اپنے اولیا کے کرامات کی بزرگی بخشے تمہیں معلوم ہو کہ اہل سنت و جماعت کے فقہائے امت اور اہل معرفت کا اجماع ہے کہ کرامت کا صدور اولیاء اللہ سے جائز ہے اگر چہ وہ حد معجزات تک کیوں نہ پہونچ جائے۔"

ایک خط میں مزید لکھتے ہیں کہ :۔

عالم غیب سے ناقض عادات جو انبیاء کے ہاتھ سے ظاہر ہوں اُسے معجزہ کہتے ہیں اور اولیاء کے ہاتھ سے جو صادر ہوں اُسے کرامت کہتے ہیں اور جو کفار سے ہو اُسے استدراج و مکر کہتے ہیں۔

اور ارشاد فرماتے :

"صاحب کرامات کرامات سے بھاگتا ہے اور ڈرتا ہے اور فریاد کرتا ہے اور اپنی ذات کو ذلیل و حقیر تصور کرتا ہے۔ یہاں تک بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اس راہ میں اکثر حجاب اور دوری اسی کرامت کی بدولت ہوتی ہے اسلئے کہ بندہ نے حق کے سوا دوسرے کے ساتھ جسقدر آرام و سکون اختیار کیا حق سے اسی قدر قطعیت و دوری ہوگی۔"

"بزرگوں کی ایک جماعت کہتی ہے کہ کرامت ایک قسم کا رنگ و روغن و آرائش و پرورش ہے جیسا کہ بعض جگہ اونٹ کو پرورش کر کے آراستہ کرتے ہیں اور شہر میں پھراتے ہیں۔ خلق اس کی شان و شوکت دیکھتی ہے۔ حالانکہ یہ سجاوٹ نہیں

ہے بلکہ اس کی ذبح کے لئے چھری تیز ہو رہی ہے۔ اگر اس کا گلا کاٹنا ہوتا تو اسکے ساتھ یہ عمل نہ کیا جاتا۔ چنانچہ مشائخ علیہ الرحمتہ میں سے ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ عالم میں بُت بہت ہیں ان بتوں میں سے ایک کرامت بھی ہے۔ کفار کا تعلق جب تک بُت کے ساتھ ہے دشمن خدا رہتے ہیں جب بُت سے عراض و تبراء کر لیتے ہیں خدا کے دوست ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح عارفوں کے لئے کرامت ہی بُت ہے اگر کرامت کے ساتھ سکون ہو گا مجوب ہو جائیں گے اور کرامت سے اعراض و تبرا کر لیا مقرب و بینا رہیں گے"۔

مخدوم جہاں رحمتہ اللہ علیہ سے بہت احتیاط کے باوجود اکثر نا دانستہ طور پر کرامتیں ظاہر ہو جایا کرتی تھیں۔

"جب آپ شیر خوارگی کے عالم میں تھے آپ کی والدہ آپ کو گھر میں چھوڑ کر پڑوسن کے ایک مکان میں گئیں جب واپس آئیں تو دیکھا کہ ایک ضعیف العمر بزرگ جھولے کے پاس بیٹھ کر جھولے کو ہلا رہے ہیں اور حفاظت کر رہے ہیں اُن کی نظر جب آپ کی والدہ پر پڑی تو غائب ہو گئے۔ آپکی والدہ نے تمام احوال اپنے والد سے کہا۔ انہوں نے فرمایا وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے اس بچے کو تنہا نہ چھوڑا کر و یہ لڑکا اپنے زمانے کا ولی کامل اور سلطان ہو گا۔

ابتدائی زمانے میں آپ کی والدہ آپ کو حجرے میں رکھ کر دروازہ بند کر دیتیں اور جب دروازہ کھولتیں تو اپ بستر سے غائب رہتے اور کبھی ایسا ہوتا کہ ان کو حجرہ میں پائتیں لیکن بیغر روح کے یعنی آپ کی روح پاک معراج میں ہوتی آپ کا یہ حال دیکھ کر بہت گھبرائیں اور رونے لگتیں۔ تو آپ اُٹھ کر تسلی دیتے۔

ایک مرتبہ ایک شخص مری ہوئی مکھیاں مخدوم جہاں کی بارگاہ میں لایا اور کہا کہ شیخ مردہ کو زندہ کرتا ہے اور زندہ کو مردہ آپ اسے زندہ کر دیجئے۔ مخدوم جہاں

نے فرمایا۔ میں خود درماندہ ہوں۔ دوسرے کو کیا زندہ کر سکتا ہوں۔ یہ سن کر وہ شیخ احمد چرمپوش جو مخدوم کے خالہ زاد بھائی تھے۔ اُن کی خدمت میں پہنچا۔ انہوں نے کہا یہ درجہ شیخ شرف الدین کو اللہ تعالےٰ نے عطا کیا ہے۔ اُسے ہم نہیں کر سکتے پھر مکھیوں کی طرف نظر کر کے کہا اُڑ جا وہ مکھیاں اُڑ گیئں۔ اس آدمی نے عرض کیا۔ ''حضور! مردہ زندہ ہوتے ہوئے تو دیکھ لیا زندہ کو مردہ کر کے دکھلایئے۔ حضرت مخدوم احمد چرم پوش نے ارشاد فرمایا جاؤ راستے میں دیکھ لوگے جب وہ وہاں سے رخصت ہوا راستے میں ایک سواری سے ٹھوکر لگی گر کر مر گیا۔ مخدوم الملک کو خبر ملی تو اس کے جنازے میں شرکت کیلئے حاضر ہوئے۔ ددونوں بزرگوں کی موجودگی میں اُس کی تدفین ہوئی۔

حضرت مولانا مظفر بلخی رحمتہ اللہ علیہ ایک دن اپنے پیر مخدوم جہاں کے ساتھ کسی مجلس میں شریک تھے۔ شیخ الحاج منہاج الدین بھی اس مجلس میں حاضر تھے۔ بات فرضیت حج تک پہنچی۔ شیخ منہاج الدین نے کہا کہ حج تمام مسلمانوں پر فرض ہے اور ایک طرح کا فخر فعل حج سے ظاہر کیا آپ کو شیخ منہاج الدین کی باتوں سے باطن میں ایک قسم کی حرارت پیدا ہوئی ضبط نہ کر سکے شیخ منہاج الدین کو اپنی استین دکھائی اور بولے کتنا حج کا ذکر کر وگے۔ غلامان شرف الدین کے آستین میں دیکھو۔ شیخ منہاج الدین نے جو نگاہ کی کعبہ مبارک کو آپ کی آستین میں دیکھا۔ حیرت میں رہے۔ آپ کے پیر حضرت مخدوم جہاں کو یہ بات پسند نہ آئی اور کہا جتنا تم اپنی کرامت میں مشغول ہو اتنا ہی کرامت دینے والے سے روگردانی کی۔ ا

ایک مرتبہ مولانا مظفر بلخی حج بیت اللہ کیلئے حرمین شریفین تشریف لے گئے وہاں آپ کو کوئی حاجت پیش آئی۔ اپنے پیر و مرشد حضرت مخدوم جہاں سے برزخ قائم کرتے لیکن قائم نہ ہوتا تو آخر میں رسالت مآب ﷺ کو خواب میں

دیکھا۔ فرماتے ہیں : مظفر یہ زمین پیغمبروں کی ہے۔ شرف الدین ادب سے اس زمین میں تصرف نہیں کرتے اگر کوئی حاجت ہو تو مجھ کہو میں اُسے پورا کروں اور اگر شرف الدین ہی سے کہنا ہے تو یہاں سے اُٹھ جانا چاہئے مولانا وہاں سے اُٹھ کر حرم شریف سے کئی کوس باہر آئے وہاں مخدوم جہاں حاضر ہوئے اور مشکل حل کی۔

جس زمانے میں مخدوم جہاں بہیا کے جنگل میں تھے۔ شیخ چولہائی جو گوالہ تھے گائے چرا رہے تھے۔ مخدوم الملک نے ان سے کہا اس گائے سے تھوڑا دودھ پینے کے لئے ہم کو دوہ کر دو۔ چولہائی نے کہا یہ بچھیا ہے ابھی اس نے بچہ نہیں دیا ہے۔ آپ نے فرمایا دو ہو تو چولہائی نے کہا ابھی نر سے جفت بھی نہیں ہوئی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا دوہ کر دیکھو بہت اصرار پر چولہائی غصہ میں آکر دوہنے لگے۔ اتنا دودھ ہوا کہ برتن بھر گیا پھر تو بے دام ددرم مخدوم پاک کے غلام ہوگئے۔

کہنے لگے کہ اب ہم یہ قدم کہاں چھوڑیں گے گائیں وہیں چھوڑا اور گھر بار سب کو ترک کر کے مرید ہو کر ذکر و فکر میں مشغول ہوئے اور کامل و واصل ہوئے۔ اُنکا مزار شریف بھی مخدوم پاک کے روضہ اقدس کے قریب ہے۔

ایک دفعہ مخدوم جہاں راجگیر جارہے تھے ایک شخص آپ کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ جب جنگل قریب آیا تو دو شیروں نے آپ کا استقبال کیا اور آپ کے قدموں میں اپنا سر جھکادیا۔ آپ نے شیر کی طرف توجہ نہ دی اور پہاڑ پر چڑھ گئے وہ شخص جو آپ کے پیچھے آرہا تھا۔ شیروں کو دیکھ کر ڈر سے رک گیا اور کہا تجھے قسم ہے حرمتِ شرف الدین کی جو اس راہ سے گذرے ہیں مجھے بھی راہ دیدے۔ شیر فوراً راستے سے ہٹ گیا اور راہ دے دی۔ وہ شخص پھر آپ کے پیچھے چل پڑا۔ یہاں تک کہ پہاڑ پر چڑھ گیا۔ مخدوم الملک نے اُسے مڑ کر دیکھا اور پوچھا تم کون ہو، تم کو ان کتوں نے کیسے گذرنے دیا۔ اس نے کہا حضور میں نے مخدوم کی قسم دی تو مجھے راستہ دے

دیا آپ نے فرمایا میں کون ہوں کہ میری قسم کا پاس وہ لوگ پاس رکھیں گے۔ تمہارے ہاتھ میں لاٹھی تھی اس کے خوف سے وہ بھاگ گئے ہوں گے۔ تم یہیں بیٹھو میں ایک دوست کی زیارت کر کے آتا ہوں۔ اس شخص کو وہیں بیٹھا دیا اور آیۃ الکرسی پڑھ کر دم کیا۔ اور آپ عالم، طیر سے ہوا میں اُڑ گئے جب تین تہائی رات گذر گئی تب عالم طیر سے اترے۔ فجر کی سنت ادا کی اور مردان خداعیب سے آئے آپ نے ان کی نماز کی امامت فرمائی۔ نماز سے فارغ ہو کر سبھوں نے آپ کی دست بوسی کی اور چلے گئے۔

مناقب الاصفیا میں لکھا ہے کہ زین بدر عربی ابتدائی زندگی میں شراب پی کر نشے کی حالت میں اپنی ماں کے پاس پہنچے اور کچھ روپے طلب کیا۔ ماں نے جواب دیا۔ بیٹا! اگر تم نے کچھ کما کر رکھا ہے تو لے جاؤ وہ شرمندہ ہوئے اور وہاں سے واپس ہو گئے اور مخدوم جہاں کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔

مخدوم جہاں اس وقت قبلہ روجا نماز پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے زین بدر عربی کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ ادھر آؤ جس مقصد کے تحت تم آئے ہو اس کا مجھے علم ہے پھر جانماز کا ایک کونہ اُٹھایا اور کہا اس میں سے دو مٹھی روپے لے لو۔ زین بدر عربی نے دیکھا تو مصلے کے نیچے بے شمار خزانے موجود تھے۔ انہوں نے دو مٹھی روپیہ لے لیا۔ اور اپنی والدہ کے پاس گئے اور سارا قصہ بیان کیا۔ ماں نے کہا۔ بیٹا! ایسے بزرگوں کی بارگاہ میں خدا کے نافرمان کا جانا اچھا نہیں۔ یہ بات اُن کے دل میں لگ گئی کہ میں واقعی خدا کا نافرمان ہوں۔ چنانچہ جو رقم اُن کے ہاتھ میں تھی۔ سب فقیروں میں تقسیم کر دی اور خود مخدوم الملک کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور توبہ کی۔ مخدوم الملک نے فرمایا۔ جب تم نے توبہ کر لی ہے تو انشاء اللہ تم اب نیکی کی راہ پر قائم رہو گے اور آپکی صحبت اور نظر کیمیا اثر نے زین بدر عربی کو کامیاب مریدوں کی

صف میں شامل کر دیا آپ مخدوم الملک کے بہت ہی مقرب مرید تھے جنہوں نے مخدوم جہاں کے ملفوظات کو بڑی احتیاط کے ساتھ جمع کیا ہے۔ آپ کا اور آپ کی والدہ کا مزار شریف بہار شریف مین مخدوم الملک کی روضۂ اقدس کے پائے مبارک کی جانب ہے۔ حضرت مخدوم الملک کی ایک کرامت کا ذکر کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی اپنے ملفوظ میں فرماتے ہیں

"مخدوم الملک یحیٰ مینری کے ایک مرید دریامیں ڈوب رہے تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام ظاہر ہوئے اور فرمایا۔ اپنا ہاتھ مجھے دے کہ تجھے نکال لوں۔ اس مرید نے عرض کیا یہ ہاتھ حضرت یحیٰ مینری کے ہاتھ میں دے چکا ہوں اب دوسرے کو نہ دونگا۔ حضرت خضر علیہ السلام غائب ہوگئے اور حضرت یحیٰ مینری ظاہر ہوئے اور ان کو نکال لیا۔"

نقل ہے کہ فیروزشاہ تغلق بادشاہ کو جذام کا مرض لاحق ہو گیا تھا۔ ہزار دُعاء اور دَوا کی لیکن شفا نہیں ہوئی۔ اپنے مرض سے نہایت عاجز و پریشان تھا اسے معلوم تھا کہ سرزمین بہار میں حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین ولئی کامل ہیں اعتقاد پیدا ہوا۔ اور یہ خیال دل میں گھر کر گیا کہ وہاں چلیں اور شفا کی درخواست کریں۔ اسی اعتقاد کو دل میں لئے ہوئے وہ روانہ ہوا جب قریب بہار کے پہنچا تو مخدوم جہاںؒ اس وقت خانقاہ شریف میں مشغول یاد الٰہی تھے۔ رفقاء نے خبر دی۔ یا حضرت، بادشاہ آپ کی حضور میں حاضر ہورہاہے۔ حضرت مخدومؒ نے فرمایا آنے دیجئے۔ اپنی مشغولی سے فراغت کے بعد والدۂ ماجدہ کے مزار مبارک کی زیارت کو تشریف لے گئے۔ وہاں حجرے میں قیام پذیر ہوئے۔ بادشاہ جب خانقاہ پہنچا اس وقت حضرت مولانا مظفر قدس سرہٗ موجود تھے۔ کہا بادشاہ مہمان ہوکر آیا ہے تواضع ضروری ہے جو کچھ پکا ہوا ہو لاؤ اور پیش کرو۔ اس وقت روٹی اور کچھ پرندوں کے

گوشت پکے ہوئے موجود تھے۔ حضرت مولانا نے خود اپنے دست مبارک سے باشاہ کو پیش کیا۔ بادشاہ کی نظر جب روٹی اور پرندوں کے گوشت پر پڑی تو دل میں یہ خیال گذرا کہ جس چیز سے مجھے پرہیز ہے وہی کھانے کو ملی ہے کیونکر کھاؤں؟ ایسا معلوم ہوتا ہے یہاں بھی میری قسمت میں شفا نہیں ہے۔ بادشاہ کے دل میں اس شک کا گذرنا تھا کہ حضرت مولانا کو انکشاف ہوگیا۔ جوش میں آگئے۔ پکے ہوئے پرندوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، یہ بادشاہ شکی ہے نہیں کھائے گا کیوں پڑے ہوئے ہو اُڑ جاؤ۔ اس فرمان کے بعد پکے ہوئے پرندے اُڑ گئے۔ جب حضرت مولانا شیخ کی خدمت میں آئے حضرت مخدومؒ نے غصّے میں فرمایا، کہ آپ کرامت دکھانے آئے کہ بادشاہ معتقد ہو جائے۔ اس خفگی سے لرزہ براندم ہوگئے اور خوف سے پرنالے میں جاکر چھپ گئے۔ اتفاقاً بارِش ہوگئی پانی نالے سے نکلنا بند ہوگیا۔ حضرت مخدومؒ عصائے مبارک لے کر نالی صاف کرنے لگے، عصا کی نوک مولانا کی پیشانی میں لگی۔ جب حضرت مخدومؒ نے دیکھا کہ عصا پر مولانا کا خون ہے تو فرمایا باہر آیئے یہاں کیا کر رہے ہیں؟ مولانا باہر آگئے۔ اس وقت حضرت مخدومؒ نے اپنے سینے سے مولانا کو لگا لیا اور فرمایا

"تن مظفر جاں شرف الدین، جاں مظفر تن شرف الدین
شرف الدین مظفر، مظفر شرف الدین"

غرض اسی دن سے اس اسم کی تاثیر اکسیر ہوگئی۔ پھر روٹی اور گوشت بادشاہ کے پاس حضرت مخدومؒ نے بھیجا۔ بادشاہ نے آنکھوں سے لگایا اور تناول کرلیا۔ اسی وقت اسے شفائے کامِل ہوگئی۔ اور یہ اسم، اسم اعظم کی مانند ہوگیا۔ تمام مہمات اور مشکلات کے حل کے لئے اور تمام امراض کی شفا کے لئے یہ اسم اسم

اعظم ہے۔ جو چاہے کہ اس سے فائدہ حاصل کرے وہ سوا لاکھ اس کا نصاب دے۔ اسکے بعد ہر روز ایک سو چالیس بار اس اسم کو پڑھا کرے۔ انشاء اللہ اس کی تمام مہمات آسان ہو جائیں گی۔ ہاں حضرت مخدومؒ کے نام فاتحہ پڑھکر اپنی حاجت غرض کرے حاجت براری کے بعد جو کچھ بھی ہو سکے نیاز کرے۔

مخدوم جہاں کے مکتوبات،ملفوظات، تصنیفات،تالیفات

حضرت مخدوم الملک کی تصنیفات ملفوظات، مکتوبات، اور رسالہ جات کی تعداد سترہ سو سے زیادہ ہے۔آپ کثیر التصانیف بزرگ ہیں۔ لیکن بہت سی تصنیفات اوررسائل گردش زمانہ اور لوگوں کی غفلت سے ضائع ہو گئے۔

مخدوم جہاں کی اہمیت ہر زمانے میں رہی آپ کے بعد ہزاروں مشائخ نے ان کی تعلیمات کو اپنایا اور اپنی خانقاہوں میں درس دیا اور آج بھی آپ کے مکتوبات و تصنیفات و ملفوظات صوفیائے کرام کے لئے شمع ہدایت ہیں۔

حضرت شاہ عبد اللہ شطاری

”ہم پر ایک حالت میں انکشاف ہوا۔ یعنی معراج روحانی میں عرش اعظم تک رسائی ہوئی تو ساق عرش پر میں نے اکابرین طریقت کے القاب لکھے دیکھے۔ حضرت بایزید بسطامی کا لقب سلطان العارفین مسطور تھا اور حضرت شیخ شرف الدین کا لقب سلطان المحققین

حضرت شیخ عبد الحق محدث دھلوی

”وہ ہندوستان کے مشہور مشائخ میں سے ہیں اور کسی کے محتاج نہیں کہ کوئی انکی منقبت کرے۔ ان کی بہت سی تصانیف ہیں حضرت مخدوم کی تصنیفات بہت عالی ہیں،آپ کی تمام تصنیفات میں مکتوبات کی شہرت بہت زیادہ ہے۔“

ابوالفضل نے لکھا ہے :

"آپ کی بہت سی تصانیف یادگار ہیں انہیں میں آپ کے مکتوبات بھی ہیں۔ جو نفس کشی میں آزمودہ ہیں۔"

سید ضمیر الدین احمد (صاحب سیرۃ الشرف)

"اگر ان مکتوبات کے مضمون کو خیال کرو اور ان کی غرض کو سوچو تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ سارے مکتوبات کا مضمون، رشتہ خداوندی اور بندگی ہے۔"

معین درد ائی۔ (صاحب تاریخ سلسلہ فردوسیہ)

"مخدوم الملک کی تمام تصانیف اور ملفوظات یوں تو اہم اور مشعل ہدایت ہیں لیکن ان کے مکتوبات کی اہمیت مقبولیت اور افادیت بالخصوص بہت زیادہ ہے۔"

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نقشبندی

"حضرت مجددی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اپنے مکتوبات میں آپ کی تعلیم عارفانہ کا ذکر کیا ہے، اور اپنے مکتوب میں حوالہ دیا ہے مجدد الف ثانی کے مکتوبات بھی غیر معمولی حیثیت رکھتے ہیں اور ان دونوں بزرگوں کے مکتوبات نے جو خدمات انجام دیئے ہیں ان کا بدل پیش نہیں کیا جاسکتا۔

مکتوبات صدی

مخدوم الملک کے ایک مرید جن کا نام قاضی شمس الدین تھا قصبہ چوسہ ضلع شاہ آباد کے رہنے والے تھے معاشی مصروفیت کی بنا پر مخدوم الملک کی صحبت مین نہیں آسکتے تھے انہوں نے عریضہ پیش کیا کہ حضور میری تعلیم وتربیت کے لئے کوئی کتاب لکھ کر بھیج دیں۔ مخدوم الملک قاضی صاحب کو بہت چاہتے تھے۔ ان کے اصرار پر ان کی تعلیم کے لیے یہ مکتوبات لکھے ہیں۔ آپ نے مکتوبات صدی مین

شریعت و طریقت و معرفت و حقیقت کے تمام رموز و نکات پر مکمل بحثیں کی ہیں اور ان مسائل کو بڑا واضح کر کے سمجھایا ہے۔ یہ مکتوبات آپ کے زمانے میں ہی ترتیب پا کر منظر عام پر آگئے تھے اور بڑے بڑے مشائخ نے اس سے استفادہ حاصل کیا تھا۔

مکتوبات صدی میں تصوف کے تمام اہم مسائل زیر بحث لائے گئے ہیں اور مکتوب الیہ کی سمجھ کے مطابق دلائل وامثال سے بڑے محققانہ انداز میں سمجھائے گئے ہیں یہ مکتوبات ۷۴۷ھ میں سپرد قلم، کئے گئے۔ مخدوم جہاں کے مرید خاص اور کاتب زین بدر عربی نے ان مکتوبات کی نقلیں اپنے پاس رکھ لی تھیں۔ مکتبہ شرف کے اس کے اردو ترجمے کا دو اڈیشن شائع ہو چکا ہے۔

مکتوبات دُو صدی

اس کے جامع اور مرتب بھی حضرت زین بدر عربی رحمتہ اللہ ہیں یہ مکتوبات مختلف مریدوں کے نام لکھے گئے کسی ایک شخص کے نام سے نہیں ہیں یہی وجہ ہے کہ بعض مباحث میں تو اردو تکرار پیدا ہو گیا ہے۔ان مکتوبات کا اردو ترجمہ مکتبہ شرف کے تحت منظر عام پر آگیا ہے۔

مکتوبات بست و ہشت

یہ مکتوبات حضرت مخدوم جہاں قدس اللہ سرہ العزیز نے اپنے سب سے زیادہ چہیتے اور عزیز مرید حضرت سید مظفر بلخی قدس اللہ سرہ کو لکھے ہیں جن کے متعلق فرمایا ہے۔

"تن مظفر جاں شرف الدین جاں مظفر تن شرف الدین شرف الدین مظفر، مظفر شرف الدین۔"

کہا جاتا ہے کہ مخدوم جہاں نے حضرت مولانا کے نام دو سو سے زیادہ خطوط

لکھے تھے مگر حضرت مولانا ان کو عوام کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھنا چاہتے تھے۔ اس لئے انہوں نے وفات کے وقت یہ وصیت فرمائی تھی کہ یہ تمام خطوط ان کے ساتھ قبر مین رکھ دیئے جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اتفاق سے یہ اٹھائیس خطوط الگ رکھے ہوئے تھے جو دفن ہونے سے رہ گئے اور اب کتابی شکل اختیار کر چکے ہیں مکتبہ شرف سے اس کا اردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے

مخدوم الملک کی تصنیفات

۱.شرح آداب المریدین: یہ کتاب حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز کی مایۂ ناز کتاب "آداب المریدین" جو عربی زبان میں ہے اس کی شرح ہے۔ صاحب مناقب الاصفیا نے تحریر فرمایا ہے کہ خود حضرت ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ میرے فرزند معنوی میں سے ایک شخص اس کتاب کی شرح لکھے گا۔ چنانچہ مخدوم جہاں نے اس کتاب کی شرح لکھ کر اس قول کو ثابت کیا۔ اس تصنیف کے ایک حصے کا اردو ترجمہ مکتبہ شرف سے شائع ہو کر نایاب ہو چکا ہے۔

۲. ارشادالسالکین : مسئلہ وحدت الوجود کو، شرح و بسط کے ساتھ حضرت مخدوم نے بیان کیا ہے جگہ جگہ ابیات کثرت سے پیش کئے ہیں۔ اس رسالے کا اردو ترجمہ مکتبہ شرف شائع کر چکا ہے۔

۳. ارشادا لطالبین : یہ مختصر سا ایک رسالہ ہے اس میں طالبان حق کو ہدایتیں دی گئی ہیں یہ رسالہ مطبوعہ ہے۔ اس رسالے کا اردو ترجمہ بھی مکتبہ شرف شائع کر چکا ہے۔

۴. ر سالہ مکیہ وذکر فردو سیہ : یہ ایک غیر مطبوعہ رسالہ ہے جس

میں اذکار کے اقسام اور طریقے بتائے گئے ہیں اور ان پر عمل پیرا ہونے کی ہدایتیں کی گئی ہیں۔

۵. **اشارات شرفی** : یہ اشارات مختلف لوگوں کے نام لکھے ہیں اس میں ۳۹ اشارات ہیں جن کی وضاحت کی ہے۔

ان اشارات میں عارفانہ مسائل کی طرف فلسفیانہ نقطۂ نگاہ سے اشارے کئے ہیں یہ اکیس ۲۱ صفحات کی بڑی تقطیع پر مشتمل ہے۔ اور اب تک غیر مطبوعہ ہے۔

۶. **فوائد المریدین** : یہ بھی ایک مطبوعہ رسالہ ہے جس میں مریدوں کے لئے کلمہ طیبہ کی فضیلت، نماز باجماعت کی برکت، بعض آیتوں کے فیوض وبرکات، گورستان، منکر نکیر، بہشت و دوزخ قیامت، ایمان، حقوق الوالدین، حقوق ہمسایہ اور، حقوق زوجین جیسے اہم مباحث پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کا اردو ترجمہ مکتبہ شرف سے شائع ہو چکا ہے۔

۷. **اوراد خورد** : یہ بیس صفحات پر مشتمل ہے اس میں مخصوص دعائیں، تسبیح، استغفار، سورہ اور آیتوں کی خصوصیت کے ساتھ، آیۃ الکرسی، سورہ کافرون، سورہ اخلاص، سورہ یٰس وغیرہ کی خاصیتیں لکھی گئی ہیں۔ اس کا ترجمہ اوراد شرفی کے نام سے مکتبہ شرف سے کئی بار شائع ہو چکا ہے۔

۸. **رسالہ اجوبہ** : یہ بھی غیر مطبوعہ ہے اور تقریبا، ۶۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ حضرت مخدوم جہاں کے ان جوابوں کا مجموعہ ہے جو انہوں نے اپنے بعض دوستوں، عزیزوں اور مریدوں کے سوالات پر تحریر فرمایا ہے سوالات کچھ اس انداز کے ہیں۔

”مردان غیب کون لوگ ہیں اور کس قدر ہیں؟ خدائے بزرگ وبرتر تک پہنچنے کی راہ کون سی ہے؟ اہل سلوک کی اصلاح میں

بت وزنار کا کیا مطلب ہے؟ رویت حق خدا کے فضل کی بناپر ہوگا یا عمل کی جزا کے طور پر؟ اللہ تعالیٰ کی معرفت کی انتہا کیا ہے؟"

۹. فوائد رکنی : یہ ایک رسالہ ہے جس میں حضرت مخدوم جہاں نے اپنے ایک مرید خاص کے لئے ہدایتیں دی ہیں۔ اس کتاب کو حضرت مخدوم جہاں کی تعلیمات کا خلاصہ کہنا چاہیے۔ اس کا اردو ترجمہ گذشتہ سال مکتبہ شرف نے شائع کیا ہے۔

ان کے علاوہ عقائد شرفی میں عقاید اور اوراد کلاں اور اد اوسط میں ورد و ظائف بتائے گئے ہیں جو خود ان رسالوں کے ناموں سے ظاہر ہیں۔

۱۰. معدن المعانی : یہ مخدوم جہاں کے ملفوظات ہیں جنہیں حضرت زین بدر عربی نے جو مخدوم جہاں کے چہیتے مرید ہین مرتب کیا ہے۔ اس میں تصوف کے دقیق سے دقیق نکات پیش کئے گئے ہیں اس کتاب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مخدوم جہاں کی مجلس میں کیسے کیسے صاحب فہم وبصیرت لوگ تشریف رکھتے تھے۔

زین بدر عربی معدن المعانی کے دیباچہ میں لکھتے ہیں :

حصول ملازمت خدمت شیخ کا موقع ملااور حاضری مجلس شریف کی سعادت حاصل ہوئی میں نے دیکھا کہ ہر مجلس شریف میں موقعہ موقعہ سے طالبان صادق مریدان واثق بندگانِ موافق ازروئے احوال و معاملات اپنے لطائف ونکات ور موز واسرارشریعت و طریقت و معرفت و حقیقت سے اور دو سوال پیش کیا کرتے ہیں حضرت مخدوم اس کا شافی جواب دلپذیر عبارات اور بینظیر اشارات میں فرمایا کرتے ہیں ہر عبارت سے سو طرح کے معنی کا فائدہ حاصل ہوتا ہے اور ہر اشارہ سے ہزاروں مطالب قرآنی حل ہوا کرتے ہیں ہر معنی نہایت مفہوم لئے ہوتا ہے۔ ہر

لطیفے میں ادراک کی فراوانی ہوتی ہے ہر مفہوم بے شمار حالات کا مخبر، ہر ادراک کشف مقامات کا زینہ ہر حالت میں ایسا ذوق، جس کو بیان کا ترازو تول نہ سکے، ہر مقام سے ایسی خبر ملے جو عالم امکان سے بالکل باخبر ہو۔

حضرت مخدوم کی پر فیض مجلس کا یہ رنگ دیکھ کر توفیق ازلی اور عنایت لم یزلی میری دستگیر ہوئی اور میں نے بقدر وسعت و تحمل اپنے جو باتیں سنیں ان کو یاد رکھ لیا اور لکھنا شروع کیا حتی الامکان اس کا بے حد لحاظ رکھا کہ زبان مبارک سے جو الفاظ نکلے ہیں بعینہ جمع ہوں۔ اگر شاذ و نادر بمقتضائے بشریت و قصور حافظہ وہی لفظ و عبارت یاد نہ رہی تو مجبوراً دوسری عبارت میں اس معنی کو ادا کیا کیوں کہ مقصود تو معنی ہے۔ اس قابل عفو حرم کا بھی میں مرتکب نہ ہوا کہ حیلتاً صریحتاً بھی نفس معنی میں کسی قسم کا تصرف یا تغیر پیدا کیا ہو، یہاں تک نگاہداشت رکھی کہ اگر معنی یاد نہ رہے تو اس ورق کو سادہ چھوڑ دیا اور جب شرف حضوری حاصل ہوا تو عرض کیا اور جواب سے مشرف ہو کر اس کو خوب یاد کر لیتا اس کے بعد قلم بند کر لیتا۔" اس ملفوظ کا اردو ترجمہ بھی مکتبہ شرف سے شائع ہو چکا ہے۔

۱۱. خوان پر نعمت : اس کے مرتب بھی زین بدر عربی ہیں۔ اس مین زیادہ تر تصوف کے جزوی نکات بیان کئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ فقہی اور شرعی مسائل پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس میں ۱۵ر شعبان ۷۴۶ھ تک کے ملفوظات ہیں۔ اس کا اردو ترجمہ مکتبہ شرف سے شائع ہو چکا ہے۔

۱۲. راحت القلوب : مرتبہ حضرت مولانا زین بدر عربی ہیں اس میں دس مجلسوں کے ملفوظات ہیں۔ یہ ضخامت میں بہت کم ہے مگر مطبوعہ ہے۔ اسی میں رضائے الٰہی، مبدا و معاد، خواجہ اویس قرنی شجرہ آدم صفی اللہ، تعظیم تلاوت کلام پاک نماز جمعہ کی فضیلت اور روز عاشورہ پر گفتگو کی گئی ہے۔ ان کے علاوہ کلام پاک کی بعض

آئتوں کی تفسیر بھی بیان فرمائی گئی ہے۔ اس کا اردو ترجمہ خانقاہ فردوسیہ سملہ پاک سے شائع ہو چکا ہے۔

۱۳. **مخ المعانی** : اس کے مرتب بھی حضرت زین بدر عربی ہیں اور اس کا فارسی متن چھپ چکا ہے۔

۱۴. **مونس المریدین** : یہ کتاب بھی مطبوعہ ہے جو ۶۴ صفحات پر مشتمل ہے اس میں ۲۱/ شعبان المعظم سے محرم ۷۵۵ھ تک کے ملفوظات ہیں اس کے جامع صلاح مخلص داؤد خانی ہیں۔ اس میں لفظ سجادہ اور صاحب سجادہ کی تعریف، حیاء اور اس کی فضیلت، خواب کے اقسام، شب برات اور اس کی فضیلت، حدیث من تشبہ بقوم، شریعت و طریقت اور حقیقت کے معانی اور ماہیت، روح وغیرہ جیسے مباحث پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کا اردو ترجمہ مکتبہ شرف سے شائع ہو چکا ہے۔

۱۵. **گنج لا یغنی** : اس میں ایک شنبہ ربیع الاول ۷۶۰ سے روز شنبہ ۲۶/ ذی الحجہ ۷۶۰ھ تک کے ملفوظات ہیں۔ اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ ہر مجلس کے ملفوظات کے لکھنے میں دن مہینہ اور سال کی پابندی کی گئی ہے اس کی ضخامت ۱۰۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں شب قدر کی علامتیں بتائی گئی ہیں اور اس کے مخفی رکھنے کی حکمت کا ذکر کیا گیا ہے سکرات موت اور تلقین میت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ مومنوں پر سکراتِ موت بطور عذاب نہیں ہوتا۔ احادیث پر بحث کرتے ہوئے لفظ اخبرنا اور، حدثنا کا فرق بیان کیا ہے۔

۱۶. **فوائدالغیبی** : اس مین ۳۲ مجلسوں کے ملفوظات قلم بند کئے گئے ہیں جو ۱۹۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ اوائل شعبان ۷۵۵ھ سے شروع ہو کر ماہ صفر ۷۵۵ھ میں ختم ہوا ہے۔ اس میں بھی تمام مجالس کے ملفوظات روز اور ماہ کی قید کے ساتھ لکھے گئے ہیں اکثر بہت ہی اہم مسائل پر عقلی اور نقلی دلائل کے ساتھ بحث کی گئی

ہے مثلاً! اسمائے باری تعالیٰ، ذکر حکمت اشیاء، اقسام حقوق العباد، تعریف، شاہد، و مشہود فضیلتِ علم اور، ارکان حج وغیرہ پر بحث ہے۔

١٧. مغزالمعانی : اس کے جامع اور مرتب شیخ شہاب الدین عماد ہیں۔ اس میں ذکر ذات و صفات، ذکر و مراقبہ، فکر و تفکر اور ظاہر و باطن وغیرہ کا ذکر ہے۔

١٨. تحفئہ غیبی : اس میں ابتدائے ۷۵۹ھ سے لے کر ۷۷۰ھ تک کے ملفوظات ہیں اس کے جامع بھی حضرت مولانا زین بدر عربی ہیں۔

ان کے علاوہ کنز المعانی، ملفوظات الصفر اور مرآت المحققین وغیرہ ہیں۔

وفات نامہ

حضرت مخدوم جہاں

حضرت مخدوم شیخ شرف الدین یحیٰی میزی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات زندگی اور ان کے کمالات ومقامات کے متعلق جو کچھ ان کے معاصر تذکرہ نویسوں نے آنے والی نسلوں کے لئے قلمبند کیا وہ اگر چہ خود بہت ناکافی اور تشنہ تفصیل ہے اور ان متفرق و منتشر حالات سے انکی عظمت کا صحیح تصور نہیں ہو سکتا لیکن یہ حالات بھی اگر خدا نخواستہ مفقود ہو جاتے اور صرف ان کی وفات کا حال جو اُن کے خلیفہ خاص اور واقعہ کے شاہد عینی شیخ زین بدر عربی نے تفصیل کے ساتھ قلمبند کیا ہے محفوظ رہ جاتا تو انکی عظمت اور مرتبت کا اندازہ کرنے کیلئے کافی تھا۔ تاریخ اسلام میں متعدد اکابر وائمہ کی وفات کا واقعہ اور دنیا سے رخصت ہونے اور موت کے استقبال کی کیفیت کا حال اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ اس سے نہ صرف ان حضرات کی عظمت، تعلق مع اللہ اور ایمان و یقین کا اندازہ ہوتا ہے بلکہ اس سے اسلام کی

صداقت بھی عیاں ہوتی ہے۔ کسی اُمت کے اکابر اور کسی مذہب کے پیشواؤں کی آخری زندگی کے واقعات اور اُن کے دم واپسیں کے حالات اس قدر موئثر، یقین افروز اور ولولہ انگیز تاریخ میں نظر سے نہیں گذرے جیسے مستند تاریخ نے ان اکابر اسلام کے محفوظ کئے ہیں۔

حضرت مخدوم منیری کی وفات کے جو حالات یہاں نقل کئے جاتے ہیں اُن سے انکی بے نظیر استقامت جذبہ ابتاع شریعت، اُمّت محمد ﷺ کی فکر، اس کے لئے دلسوزی، اہل اسلام سے محبت اور انکی خیر خواہی اور زندگی کی نازک ترین ساعت میں بھی اُن کا خیال اور اُن کے لئے دعا، اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید اور یقین واعتماد کے ساتھ اس کی بے نیازی اور کبریائی کا ڈر، سلامتی ایمان و حسن عاقبت کی فکر اور اہتمام بھی ظاہر ہوتا ہے۔

ابن یمین نے جس طرح دنیا سے جانے اور جس حضوری و مشاہدہ، مسّرت و تبسم کے ساتھ محبوب حقیقی کے پیام و قاصد کے استقبال کرنے کا نقشہ کھینچا تھا وہ حضرت مخدوم کے وقت وفات کی سچی تصویر ہے ؎

منگر کہ دل ابن یمیں پر خوں شد — بنگر کہ از فانی چوں شد
مصحف بکف و پابرہ و دید بدوست — باپیک اجل خندہ بلب بیروں شد

شیخ زین بدر عربی فرماتے ہیں:

"چہار شنبہ کا دن تھا اور ۵ شوال ۸۲ےھ کی تاریخ میں حاضر خدمت ہوا، نماز فجر کے بعد اس نئے حجرہ میں جس کو ملک الشرق نظام الدین خواجہ ملک نے تعمیر کیا تھا سجادہ پر تکیہ سے سہارا لگائے بیٹھے تھے۔ شیخ جلیل الدین حقیقی بھائی اور خادم خاص اور بعض دوسرے احباب اور خادم جو متواتر کئی راتوں سے آپکی خدمت کے لئے جاگتے رہے تھے جن مین سے قاضی شمس الدین، مولانا شہاب الدین (جو

خواجہ مینا کے بھانجے تھے) مولانا ابراہیم، مولانا آموں، قاضی میاں، ہلال و عقیق اور دوسرے عزیز حاضر تھے۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا لا حول ولاقوۃ الاّ باللّٰہ العظیم پھر حاضرین کی طرف رُخ کر کے فرمایا: تم بھی کہو۔ لوگوں نے تعمیل ارشاد کی اور سب نے لا حول ولاقوۃ الاّ باللّٰہ العظیم پڑھا اور پھر آپ نے مسکراتے ہوئے تعجب کے طور پر فرمایا: سبحان اللہ! وہ ملعون اس وقت بھی مسئلہ توحید میں لغزش دینا چاہتا ہے، خدا کا فضل و کرم ہے، اس کی طرف کیا توجہ ہو سکتی ہے؟ پھر آپ نے لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العظیم پڑھنا شروع کیا، اور حاضرین سے بھی فرمایا تم بھی پڑھو۔ اس کے بعد آپ اپنے ادعیہ و وظائف میں مشغول ہو گئے۔ چاشت کے وقت ان سے فارغ ہوئے، کچھ دیر کے بعد اللہ کی حمد و ثنا میں مشغول ہوئے باواز بلند الحمدللہ الحمد للّٰہ کہنے لگے۔ فرماتے تھے خدا نے کرم فرمایا المنۃ للہ المنۃ للّٰہ کئی بار دل کی خوشی اور اندرونی فرحت کے ساتھ اسی کو بار بار دُہراتے رہے۔ فرماتے جاتے تھے الحمد للّٰہ الحمد للّٰہ المنۃ للّٰہ المنۃ للّٰہ۔

بعدازاں مخدومؒ حجرہ سے صحن حجرہ میں تشریف لائے اور تکیہ کا سہارا لیا، تھوڑی دیر کے بعد دست مبارک پھیلائے، جیسے مصافحہ فرمانا چاہتے ہوں، آپ نے قاضی شمس الدین کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور دیر تک لئے رہے، پھر ان کا ہاتھ چھوڑ دیا، خدام کو رخصت کرنے کا آغاز انھیں سے ہوا، پھر قاضی زاہد کا ہاتھ پکڑ کر سینہ مبارک پر رکھا اور فرمایا ہم وہی ہیں، ہم وہی ہیں۔ پھر فرمایا، ہم وہی دیوانے ہیں، ہم وہی دیوانے ہیں۔ پھر تواضع اور خاکساری کی خاص کیفیت طاری ہوئی اور فرمایا، نہیں بلکہ ہم ان دیوانوں کی جوتیوں کی خاک ہیں۔ پھر حاضرین میں سے ہر ایک کی طرف اشارہ فرمایا اور ہر ایک کے ہاتھ داڑھی کو بوسہ دیا، اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کے امیدوار رہنے کی تاکید فرمائی اور بلند آواز سے پڑھا: لا

تقنطومن رحمة اللّٰه ان اللّٰه یغفرالذ نوب جمیعاً۔ پھر یہ شعر پڑھا ؂

خدایا رحمتت دریائے عام

است

ازانجاقطرۂ برما تمام است

اس کے بعد حاضرین کی طرف رُخ کر کے فرمایا، کل تم سے سوال کریں تو کہنا لاتقنطو من رحمۃ اللہ لائے ہیں، اگر مجھ سے بھی پوچھیں گے تو میں بھی یہی کہوں گا، اس کے بعد کلمہ شہادت بلند آواز سے پڑھنا شروع کیا: اشهد ان لااِله الاللہ وحده لا شریك له واشهد انّ محمدً اعبده ورسوله۔ یہ الفاظ بھی ادا کئے رضیت بالله رباًوبالاسلا م دیناً وبمحمدّ صلی الله علیه وسلم نبیاً وبالقرٰان اماماً وبا لکعبة قبلةً وبالمومنین اخواناً وبالجنة ثو اباً وبا لنار عذ ابا (میں اللہ کو رب مانتا ہوں، اسلام کو دین، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی، قرآن کو اپنا پیشوا، کعبہ کو قبلہ، اہل ایمان کو اپنا بھائی جنت کو اللہ کا انعام، اور دوزخ کو اللہ کا عذاب تسلیم کرتا ہوں، اور اس عقیدہ پر مطمئن ہوں۔

اس کے بعد آپ نے مولانا تقی الدین اودھی کی طرف متوجہ ہو کر اپنا ہاتھ پھیلایا اور فرمایا عاقبت بخیر ہو۔ اور ان کے حال پر بڑی عنایت و مہربانی فرمائی۔ پھر زبان مبارک سے فرمایا: آموں! مولانا آموں حجرہ کے اندر تھے، وہ سن کر لبیک کہتے ہوئے دوڑتے ہوئے آئے، آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا، اور چہرہ مبارک پر ملنے لگے۔ فرمایا: تم نے بڑی خدمت کی، تمہیں نہیں چھوڑوں گا، خاطر جمع رکھو، ایک ہی جگہ رہیں گے، اگر قیامت کے دن پوچھیں گے کیا لائے؟ تو کہنا لا تقنطومن رحمة اللّٰه ان اللّٰه یغفر الذ نوب جمیعا، اگر مجھ سے پوچھیں گے تو میں بھی یہی کہوں گا، دوستوں سے کہو خاطر جمع رکھیں اگر میری آبرو رہے گی تو میں کسی کو نہ چھوڑوں گا۔

اس کے بعد ہلال اور عقیق کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ تم نے ہم کو بہت خوش رکھا، ہماری بڑی خدمت کی، جیسے ہم تم سے خوش رہے ہیں تم بھی خوش ہوگے، اور ہمیشہ خوش رہوگے۔ تین مرتبہ اپنا ہاتھ میاں ہلال کی پیٹھ پر رکھا اور فرمایا بامُراد رہوگے۔ اسوقت آپ کے دونوں پاؤں میاں ہلال کی گود میں تھے۔ اور اُن کے حال پر بڑی عنایت تھی۔

اس عرصہ میں مولانا شہاب الدین ناگوری آئے، آپ نے کئی بار اُن کے سر، چہرہ، داڑھی اور دستار کو بوسہ دیا۔ آپ آہ آہ کرتے جاتے تھے، اور الحمد للّٰہ الحمدللّٰہ کہتے جاتے تھے، آپ نے ہاتھ نیچے کرلیا اور درود پڑھنے لگے۔ مولانا شہاب الدین کی بھی آپ کے چہرہ مبارک پر نظر تھی اور درود پڑھ رہے تھے۔ اس کے بعد آپ نے مولانا شہاب الدین خواہر زادہ خواجہ معین کا نام لیا اور فرمایا میری بڑی خدمت کی، مجھ سے بہت اتحاد تھا، بڑی خوشی کے ساتھ میری صحبت اٹھائی، عاقبت بخیر ہو۔ اس وقت مولانا شہاب الدین نے مولانا مظفر بلخی اور مولانا نصیر الدین جونپوری کا نام لیا، اور فرمایا: ان دونوں کے باب میں کیا ارشاد ہوتا ہے؟ آپ نے بہت خوش ہوکر مسکراتے ہوئے اور اپنی تمام انگلیوں سے سینہ مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: مظفر میری جان ہے، میرا محبوب ہے، مولانا نصیر الدین بھی اسی طرح ہیں، خلافت اور مقتدائی کے لئے جو شرائط واوصاف ضروری ہیں وہ ان دونوں میں موجود ہیں۔ میں نے جو کچھ کہا اس سے ان غریبوں کو فتنہ خلق سے محفوظ رکھنا مقصود تھا اس موقع پر مولانا شہاب الدین نیاور عرض کیا، مخدوم اسے قبول فرمائیں؟ فرمایا: میں نے قبول کیا، یہ کیا ہے، میں نے تو تمہارا سارا گھر قبول کیا۔ اس کے بعد ان کو کلاہ عطا ہوئی۔ انہوں نے تجدید بیعت کی درخواست کی، آپ نے قبول فرمایا۔

اس دوران میں قاضی مینا حاضر خدمت ہوئے۔ میاں ہلال نے تعارف کرایا اور عرض کیا، یہ قاضی مینا ہیں؟ فرمایا: قاضی مینا، قاضی مینا! قاضی مینا نے کہا، حضرت حاضر ہوں! اور ہاتھ کو بوسہ دیا۔آپ نے اُن کا ہاتھ اپنے چہرہ وریش مبارک اور خسار پر پھیرا اور فرمایا، خدا کی تم پر رحمت ہو، باایمان رہو اور باایمان دنیا سے جاؤ، ازراہ شفقت یہ بھی فرمایا کہ، مینا ہمارے ہیں۔ اس دوران میں مولانا ابرہیم آئے، آپ نے اپنا دایاں ہاتھ ان کی داڑھی پر پھیرا اور فرمایا کہ تم نے میری اچھی خدمت کی اور پورا ساتھ دیا، باآبر ور ہوگے۔ مولانا ابراہیم نے عرض کیا، مخدوم مجھ سے راضی ہیں؟ فرمایا: ہم سب سے راضی ہیں، تمہیں بھی ہم سے راضی ہونا چاہئے۔ جو کچھ ہے میری طرف سے ہے۔ اس کے بعد قاضی شمس الدین کے بھائی قاضی نورالدین حاضر ہوئے۔ آپ نے قاضی نورالدین کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور بڑی شفقت کے ساتھ ان کی داڑھی، چہرہ ورخسار اور ہاتھ کو کئی بار بوسہ دیا۔ آپ آہ آہ کرتے جاتے تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ، تم ہماری صحبت میں میں بہت رہے ہوا ور ہماری بڑی خدمت کی ہے، انشاء اللہ کل ایک ہی جگہ رہیں گا، اس کے بعد مولانا نظام الدیں کو ہی حاضر ہوئے۔ فرمایا، عزیب اپنا وطن چھوڑ کر ہمارے جوار میں آگیا تھا، یہ کہ کر کلاہ مبارک اپنے سر سے اُتار کر اُن کو عطا فرمائی، اور حسن عاقبت کی دعا فرمائی اور فرمایا حق تعالیٰ تمہیں مقصود تک پہونچائے۔ پھر سب حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، دوستو! جاؤ اپنے دین وایمان کا غم کھاؤ اور اسی میں مشغول رہو!

اس کے بعد کاتب سطور زین بدر عربی نے دست مبارک کو بوسہ دیا، اپنی آنکھ، سر اور بدن پر پھیرا۔ ارشاد ہوا، کون ہے؟ میں نے عرض کیا، گدائے آستانہ توجہ کرتا ہے، اور عرض کرتا ہے کہ مجھے ازسر نو غلامی میں قبول فرمایا جائے؟ فرمایا جاؤ تم کو بھی قبول کیا، تمہارے گھر اور تمام اہل خاندان کو قبول کیا، خاطر جمع رکھو اگر

میری آبرو رہی تو کسی کو بھی چھوڑنے والا نہیں ہوں۔ میں نے عرض کیا مخدوم تو مخدوم ہیں مخدوم کے غلاموں کی بھی آبرو ہے۔ فرمایا، اُمیدیں تو بہت ہیں۔

قاضی شمس الدین آئے اور حضرت مخدومؒ کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ مولانا شہاب الدین، ہلال و عقیق نے عرض کیا کہ مخدوم! قاضی شمس الدین کے باب میں کیا ارشاد ہوتا ہے؟

فرمایا: قاضی شمس الدین کے بارے میں کیا کہوں، قاضی شمس الدین میرا فرزند ہے، کئی جگہ میں اس کو فرزند لکھ چکا ہوں، خط میں میں نے اسکو برادرم بھی لکھا ہے، ان کو علم درویشی کے اظہار کی اجازت ہو چکی، انھیں کی خاطر اتنا کہنے اور لکھنے کی نوبت آئی، ورنہ کون لکھتا؟

اس کے بعد برادر و خادم خاص شیخ خلیل الدین نے جو پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کا ہاتھ پکڑلیا۔ آپ نے اُن کی طرف رُخ کیا اور فرمایا، خلیل! خاطر جمع رکھو، تم کو علماء و درویشی چھوڑیں گے نہیں۔ ملک نظام الدین خواجہ ملک آئے گا۔ اُسکو میرا سلام و دُعا پہونچانا، میری طرف سے بہت معذرت کرنا اور کہنا کہ میں تم سے راضی ہوں، اور راضی جارہا ہوں، تم بھی راضی رہنا۔ فرمایا کہ جب تک ملک نظام الدین ہے تم کو نہ چھوڑے گا۔

شیخ خلیل الدین بہت متاثر تھے، آنکھوں میں آنسو تھے، حضرت مخدوم نے جب ان کی دل شکستگی دیکھی تو بڑی شفقت سے فرمایا، خاطر جمع رکھواور دل کو مضبوط رکھو اس کے بعد فرمایا، کون ہے؟ ہلال نے عرض کیا کہ، مولانا محمود صوفی ہیں۔ آپ نے بڑے گہرے افسوس کے ساتھ فرمایا کہ، بیچارہ غریب ہے، مجھے اس کی بڑی فکر ہے، بیچارے کا کوئی نہیں۔ اس کے بعد ان کے کئے حسن عاقبت کی دُعا فرمائی۔ اس کے بعد قاضی خاں خلیل حاضر خدمت ہوئے فرمایا، بیچارہ قاضی ہمارا پُرانا دوست

ہے، ہماری صحبت میں بہت رہا ہے اللہ تعالےٰ اس کو جزا دے اور عاقبت بخیر کرے، اس کے فرزند بھی ہمارے دوست ہیں، سب کی عاقبت بخیر ہو، اور حق تعالےٰ دوزخ سے رہائی دے۔

اس کے بعد خواجہ معزالدین مشرف بہ خدمت ہوئے۔ فرمایا: عاقبت بخیر ہو۔ پھر، مولانا فضل اللہ نے قدمبوسی کی۔ فرمایا، بھلے بھلے اللہ عاقبت بخیر کرے۔ فتوحہ باورچی روتا ہوا آیا اور قدموں میں گر گیا۔ فرمایا، بیچارہ فتوحہ جیسا کچھ تھا میرا ہی تھا۔ اس کے حق میں بھی دعائے عاقبت فرمائی۔ اس کے بعد مولانا شہاب الدین نے شرف قدمبوسی حاصل کیا، ہلال نے تعارف کرایا کہ مولانا شہاب الدین حاجی رکن الدین کے بھائی ہیں۔ فرمایا، انجام بخیر ہو، ایمان کا غم کھاؤ، اور رحمت حق کے امیدوار ہو کر پڑ ہو لاتقنطوامن رحمۃ اللّٰہ ان اللّٰہ یغفر الذ نوب جمیعا۔

کچھ دیر کے بعد نماز ظہر کے قریب سید ظہیر الدین اپنے چچازاد بھائی کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے سید ظہیر الدین کو بغل میں لے لیا اور بڑے لطف و شفقت کے ساتھ فرمایا، میں جو عاقبت عاقبت کہتا تھا یہی عاقبت ہے۔ اس کے بعد تین مرتبہ اُن کو بغل میں لیا اور آخری بار یہ آیت پڑھی: لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا، اور حاضرین کو رحمت و مغفرت خداوندی کا امیدوار بنایا، اس کے بعد وہاں سے اُٹھے اور حجرہ تشریف لے گئے اور سید ظہیر الدین کے ساتھ کچھ دیر بیٹھے اور ان سے کچھ دیر باتیں فرمائیں اس کے بعد سلطان شاہ پرگنہ دار راجگیر اپنے بیٹے کے ساتھ حاضر خدمت ہوااور ایک روغن کا سر ریاح پیش کیا، ارشاد ہوا کہ مولانا نظام الدین بھی لائے تھے۔ پھر شربت اور پان دے کر معذرت کی۔ اس کے بعد خلیل کے بھائی منور نے عرض کیا کہ توبہ وبیعت کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا آؤ۔ اس کی جانب ہاتھ بڑھا کر توبہ اور بیعت سے مشرف فرمایا، پھر قینچی طلب کی، قینچی سے

بال تراشے اور کلاہ پہنائی اور فرمایا، جاؤ دوگانہ ادا کرو۔ اس طرح اس کے بیٹے نے بھی بیعت کی، اس کو بھی یہی حکم ہوا۔

اسی اثناء میں قاضی عالم احمد مفتی مولانا نظام الدین مفتی کے بھائی جو مریدان خاص میں سے ہیں آئے، اور ادب کے ساتھ آپ کے سامنے بیٹھ گئے، اسی درمیان میں ملک حسام الدین کے بھائی امیر شہاب الدین اپنے لڑکے کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے اور آکر بیٹھ گئے۔ آپ کی نظر مبارک لڑکے پر پڑی، آپ نے فرمایا: پانچ آیتیں پڑھ سکتے ہو؟ حاضرین نے عرض کیا ابھی چھوٹا ہے۔ سید ظہیر الدین مفتی کا لڑکا بھی حاضر تھا۔ میاں ہلال نے جب یہ دیکھا کہ آپ کو اس وقت کلام ربانی سننے کا ذوق ہے، انہوں نے اس لڑکے کو بلایا اور پانچ آیتیں پڑھنے کی ہدایت کی، سید ظہیر الدین نے بھی جب یہ محسوس کیا کہ طبیعت مبارک پر قران مجید سننے کا تقاضہ ہے تو اپنے لڑکے کو اشارہ کیا کہ قرآن مجید کی پانچ آیتیں پڑھو، لڑکا سامنے آیا اور مودب بیٹھ گیا، اس نے سورہ فتح کے اخری رکوع کی آیتیں محمد رسول اللہ والذین معه پڑھنی شروع کیں، حضرت مخدومؒ تکیہ کے سہارے سے آرام فرمارہے تھے اُٹھ بیٹھے، اور معمول قدیم کے مطابق باادب دوزانو بیٹھ گئے۔ اور بڑی توجہ سے قرآن مجید سننے لگے۔ لڑکا جب لیغیظ بھم الکفار پر پہونچا تو مرعوب ہوگیا اور اس سے پڑھا نہ جاسکا۔ آپ نے اس کو آگے کے لفظ کی تلقین فرمائی، جب لڑکے نے قرائت ختم کی تو آپ نے فرمایا کہ، اچھا پڑھتا ہے اور خوب ادا کرتا ہے لیکن مرعوب ہوجاتا ہے۔ اس موقع پر آپ نے ایک مغربی درویش کا ذکر کیا کہ کبھی اس کی طبیعت حاضر ہوتی تھی، اور قرآن مجید سننے کا ذوق ہوتا تھا۔ اور کبھی طبیعت حاضر نہیں ہوتی تھی اور قرآن مجید سننے کا ذوق نہیں ہوتا تھا۔

اس کے بعد قاضی عالم کو شربت اور پان دینے کو ارشاد ہوا، اور آپ نے

معذرت فرمائی۔ آپ نے پیراہن جسم سے اُتارنا چاہا اور وضو کے لئے پانی طلب فرمایا اور آستین سمیٹی مسواک طلب فرمائی۔ آواز سے بسم اللہ پڑھی اور وضو شروع فرمایا اور ہر موقع کی ادعیہ پڑھیں، کہنیوں تک دونوں ہاتھ دھوئے، منہ دھونا بھول گئے، شیخ فریدالدین نے یاد دلایا کہ منہ دھونا رہ گیا، آپ نے از سرنو وضو کرنا شروع کیا، اور بسم اللہ اور وضو کی دعائیں جس طرح سے آئیں ہیں بڑی احتیاط کے ساتھ پڑھتے تھے۔ مفتی سید ظہیر الدینؒ اور حاضرین مجلس دیکھتے تھے اور تعجب کرتے تھے۔ اور آپس میں کہتے تھے ایسی حالت میں یہ احتیاط؟ قاضی زاہد نے پاؤں دھونے میں مدد کرنی چاہی، حضرت مخدوم نے ان کو روک دیا، اور فرمایا، کھڑے رہو! اس کے بعد خود سے وضو پورا کیا، وضو مکمل کرنے کے بعد کنگھی طلب فرمائی اور داڑھی میں کنگھی کی۔ اس کے بعد مصلےّ طلب فرمایا۔ نماز شروع کی اور دو رکعت میں سلام پھیرا۔ تکان ہو جانے کی وجہ سے کچھ دیر آرام فرمایا۔ شیخ خلیل الدین نے عرض کیا کہ حضرت سلامت حجرہ میں تشریف لے چلیں، ٹھنڈک کا وقت ہو گیا ہے۔ آپ کھڑے ہوئے، جوتیاں پہنیں، اور حجرہ کی طرف چلے، آپ کا ایک ہاتھ مولانا زاہد کے کاندھوں پر دوسرا مولانا شہاب الدین کے کاندھوں پر۔ حجرہ میں آپ ایک شیر کی کھال پر لیٹ گئے۔ میاں منور نے بیعت توبہ کی درخواست کی۔ آپ نے ان کی طرف ہاتھ بڑھا دیا اور ان کو توبہ و بیعت سے مشرف کیا اور ان کے سر کے بال دونوں جانب سے تھوڑے تھوڑے تراشے۔ اُن کو کلاہ پہنائی اور فرمایا جاؤ دوگانہ ادا کرو۔ یہ آخری بیعت توبہ تھی جو آپ نے کرائی، اس موقع پر ایک عورت اپنے دو لڑکوں کے ساتھ حاضر ہوئی، اور شرف قدمبوسی حاصل کیا۔ نماز عصر کے بعد مغرب کی نماز کے نزدیک خدام نے عرض کیا کہ حضرت چارپائی پر آرام فرمائیں؟ آپ چارپائی پر تشریف لے گئے اور آرام فرمایا۔

نماز مغرب کے بعد شیخ جلیل الدین، قاضی شمس الدین، مولانا شہاب الدین، قاضی نورالدین ہلال اور عقیق اور دوسرے احباب و خدام جو خدمت میں مصروف تھے چار پائی کے چاروں طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت مخدومؒ نے کچھ دیر کے بعد باواز بلند بسم اللہ کہنا شروع کیا، کئی بار بسم اللہ کہنے کے بعد زور زور سے پڑھا لا الٰہ الّا انت سبحانك انی کنت من الظالمین اس کے بعد بار بار بلند آواز کے ساتھ بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم پڑھا پھر کلمہ شہادت اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریك لهٗ واشھد انّ مُحمّداً اعبدہٗ و رسولہ اس کے بعد فرمایا : لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پھر کچھ دیر تک کلمہ شہادت زبان پر جاری رہا۔ پھر کئی بار فرمایا بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم، بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم، لاالٰہ الاّ اللّٰہمُحَمَّدُرسُول اللّٰہ۔ اس کے بعد بڑے اہتمام سے اور دل کی بڑی قوت اور بڑے ذوق و شوق سے مُحَمَّدُ مُحَمَّدُ مُحَمَّدُ صلِّ علیٰ محمّد و عَلیٰ ال مُحَمَّدُ پھر یہ آیت پڑھی :- ربناانزل علینامائدۃ من اسماء تا آخر، رضیت باللہ ربّاو بالاسلام دینا و بمُحمّد نبیاء اس کے بعد تین مرتبہ کلمۂ طیبہ کا ورد فرمایا پھر آسمان کی طرف ہاتھ بلند کئے اور بڑے ذوق و شوق کے ساتھ جیسے کوئی دعاء اور مناجات کرتا ہے ، فرمایا :- اَللّٰھمَّ اصلح امَّۃ محمَّدِ اَللّٰھُمَّ اَرحم اُمَّۃمُحَمّدِ اَللّٰھم اغفر لامۃمُحمَّدِ اللّھم تجاوز عن امّۃمُحَمّدِ لّلھم اغث امّہ مُحمَّدِ اَللّھم انصر من نصر دین مُحمّدِ اَللّھم فرَّجِ عن امَّۃ مُحَمّد فرجاً عاجلااَللّھم اخذل من حذل دین مُحمّد بِرَحْمَتكَ یا ارحم الَرحمین، ان الفاظ پر آواز بند ہوگئی اس وقت زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری تھے۔ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون لااِلٰہ اِلااللّٰہِ اس کے بعد ایک بار بسم اللّٰہالرحمن الرحیم کہا اور جان بحق تسلیم ہوئے۔ یہ واقعہ شب پنجشبہ ۶ / شوال ۷۸۲ھ عشاء کی نماز کے وقت کا ہے، اگلے روز پنجشبہ کے دن نماز چاشت کے وقت تدفین عمل میں آئی۔

نماز جنازہ و تدفین

نماز جنازہ حضرت شیخ اشرف جہانگیر سمنانیؒ نے پڑھائی جو انتقال کے بعد پہونچے تھے۔ ''لطائف اشرفی، میں حضرت مخدوم جہاںؒ کے خود وصیت اور پیشگوئی نے اور حضرت شیخ اشرف جہانگیرؒ کے وہاں پہونچنے اور حسب وصیت نماز پڑھانے کا واقعہ تفصیل سے مذکور ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مخدوم صاحبؒ کی وصیت و اطلاع کے مطابق جنازہ تیار کر کے راستہ پر رکھ دیا گیا تھا اور ان کا انتظار تھا۔ شیخ اشرف جہانگیرؒ دہلی سے بنگالہ سلسلئہ چشتیہ کے مشہور بزرگ حضرت شیخ علاؤ الدین علاء الحق لاہوری پنڈویؒ کی خدمت میں تشریف لے جارہے تھے، راستہ میں بہار شریف عین اس وقت پہونچے جب حضرت مخدومؒ کا جنازہ تیار کر کے راستہ پر رکھ دیا گیا تھا اور امام کا انتظار تھا، آپ نے نماز جنازہ پرھائی اور قبر میں اُتارا۔

ترکیب دیگر

نصاب کے بعد ہر روز اوّل و آخر تین تین بار درود شریف پڑھے اور گیارہ بار اس اسم کو یوں پڑھے :-

قطب شرف الدین مولانا شرف الدین غوث شرف الدین

بابا شرف الدین مخدوم شرف الدین شاہ شرف الدین

فقیر شرف الدین بادشاہ شرف الدین حضرت شرف الدین

ولی شرف الدین پیر شرف الدین

حاجت براری کے لئے اکسیر ہے

بڑی درگاہ

حضرت مخدوم جہاں کی وفات سے ۶ برس قبل آپ کے سگے خالہ زاد بھائی اور مشہور صوفی وقت حضرت مخدوم احمد چرم پوشؒ کا وصال ہوا تو ان کی تجہیز و تکفین میں شرکت کے لئے حضرت مخدوم جہاں انبیر شریف تشریف لے گئے اور اس وقت وہاں آپ موجود رہے۔ وہاں سے واپسی پر آپ شہری علاقہ سے باہر اپنی والدہ محترمہ کی مزار اقدس پر آئے اور اپنی قبر کا مقام خود ہی لوگوں کو بتایا۔ اور اپنے مریدوں میں سے جو لوگ ساتھ تھے انھیں بھی اس مقام پر ان کو اپنے قبر کی نشان دہی کردی۔ اس وقت آپ کی والدہ محترمہ کی قبر پر ایک گنبد تعمیر تھا۔ جسے ۷۷۵ھ میں حضرت سیدنا ابراہیم ملک بیاؒ کے صاحب زادے ملک داؤد نے ایک چبوترے کے ساتھ تعمیر کردیا تھا۔

۷۸۲ھ مطابق ۱۳۸۰ء میں حضرت مخدوم جہاں کے اس مقام پر مدفون ہونے کے بعد سے ہی یہ مقام خصوصی اہمیت کا حامل اور تمام عقیدت مندوں کے لئے خاص مرکز بن گیا اور بڑی درگاہ سے مشہور ہوگیا۔ یہ مقدس مقام شہری علاقہ سے باہر جنوب کی طرف واقع ہے جسے مغرب سے مشرق کی طرف بہتی ہوئی پنچانے ندی شہر سے الگ کردیتی تھی اب یہ ندی سوکھ گئی ہے۔ یہ علاقہ دستاویزوں کے مطابق حضور پور مہندور کہلاتا ہے۔

حضرت مخدوم جہاں کا مزار اقدس بڑی درگاہ علاقہ کے مرکز میں ہے اور چہار جانب کچی پکی بے شمار قبریں ہیں۔ مولانا سید شاہ ابو صالح محمد یونس شعیبیؒ کے مطابق قبروں کا سلسلہ جن زمینوں میں پھیلا ہوا ہے یہ زمین پیمائش کے مطابق تقریباً ۶۴ ایکڑ ہوگی۔ اس سے بڑی درگاہ کے رقبہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔اپنی والدہ

محترمہ کی قبر کی تعمیر کے بعد حضرت مخدوم جہاں یہاں برابر حاضری دیتے تھے۔ ایک بار ضعیفی اور علالت کے سبب ڈولی پر سوار ہو کر شب برات میں وہاں آپ کی آمد کا تذکرہ آپ کے ملفوظ "مونس المریدین" میں بھی ملتا ہے۔ آپ وہاں نماز بھی ادا کرتے تھے اور نماز کی ادئیگی کا ایک خاص مقام تھا۔ آج تک وہ جگہ حضرت مخدوم جہاں کے مصلاً کے نام سے موجود ہے اور موجودہ مسجد کے برامدے کے بائیں جانب کنارے پر واقع ہے۔

حضرت مخدوم جہاںؒ کے مزار اقدس کے ٹھیک سامنے پچھّم کی طرف اور مسجد کے برامدے سے سٹے دکھن کھلے آنگن میں ایک پتھر موجود ہے۔ جس پر بیٹھ کر حضرت مخدوم جہاں وضو کرتے تھے۔ کبھی کبھی پتھر سے سٹ کر بیٹھ جاتے تھے۔ یہی سبب ہے کی آج تک آپ سالانہ عرس مبارک میں جو ۵ شوال کو ۱۲ بجے رات میں خصوصی دعاؤں کے ساتھ اختتام پذیر ہوتا ہے، آپ کے سجادہ نشیں اسی پتھر سے اسی طرح سٹ کر آپ کے مزار اقدس کی طرف رخ کر کے بیٹھے ہیں اور قل پڑھا جاتا ہے۔ اس پتھر کی خوبی بیان کرتے ہوئے مولانا ابو صالح محمد یونس تحریر کرتے ہیں۔

"اس کی خوبی ابھی بھی برقرار ہے کہ گرمی کے موسم میں بارہ بجے دن میں دھوپ کی سخت تمازت اور کھلے آنگن میں پڑا رہنے کے باوجود گرم نہیں ہوتا ہے۔

حضرت مخدوم جہاں کے قدم مبارک کے پاس تھوڑا ہٹ کر آپ کے سگے بھائی حضرت مخدوم خلیل الدین کا مزار شریف ہے اور ان کے مزار شریف کے برابر حضرت مخدوم جہاں کے عزیز و اقرباء اور مریدن کے مزارات ہیں۔ جن میں پورب کی جانب حضرت زین بدر عربی اور ان کی والدہ محترمہ کی قبر ہے۔ حضرت خلیل الدین کے پائنتي میں حضرت مخدوم جہاں کے سجادہ نشینوں کی قبریں ہیں جن کو لوہے کی گرل سے گھیر کر واضح کر دیا گیا ہے۔ ان میں حضرت شاہ ولی اللہؒ حضرت

شاہ امیر الدینؒ، جناب حضور شاہ امین احمدؒ، حضرت شاہ برہان الدین، جناب حضور شاہ محمد حیاتؒ، جناب حضور شاہ محمد سجادؒ، اور ان کے سٹے ہوئے پچھم میں آپ کی والدہ محترمہ بی بی بشریٰ خاتون کی مزار شریف ہے۔ یہ تمام مزار اقدس پورب سے پچھم کی طرف باترتیب ہیں۔ اس قطار کے پیچھے کی قطار میں جناب حضور سید شاہ محمد امجاد اور ان کے لئے پورب میں حضرت شاہ ولی اللہ کے والد بزرگوار حضرت شاہ علیم الدین دُرویش کی مزار ہے۔ یہ سبھی اپنے اپنے دور میں حضرت مخدوم جہاں کے گدی نشیں رہ چکے ہیں۔ اس احاطہ میں حضرت مخدوم جہاں کے خادم شیخ چولہائی اور باورچی فتوحہ کے مزار بھی ہیں۔ ہلال اور عقیق کے بھی مزار آس پاس موجود ہیں۔ حضرت مخدوم جہاں کے کچھ مریدین اور سگے عزیزواقارب کے مزار بھی اسی احاطہ میں ہیں۔ بڑے بڑے صوفیائے کرام اور اپنے اپنے دور کی عظیم شخصیتیں اس احاطہ میں مدفون ہیں۔ حضرت مخدوم جہاں کے مزار اقدس کے شمال سرہانے میں توشہ خانہ ہے۔ جس میں درگاہ پر چڑھنے والی چادریں رکھی جاتی ہیں۔ اسی توشہ خانہ میں حضرت مخدوم جہاں کے ۲۳ ویں سجادہ نشیں حضرت شاہ امین احمد فردوسی کے وقت سے ان کی ہدایت کے مطابق مخدوم جہاں کے استعمال میں لائی گئی اور دوسری تبرکات رکھی ہوئی ہیں۔ پہلے یہ تمام تبرکات خانقاہ معظم میں رہتے تھے۔ حسب معمول ہر سال سالانہ عرس کے موقع پر عید کی ۸ تاریخ کو سجادہ نشیں کے نمائندے تبرکات کو عام زیارت کیلئے رکھتے ہیں۔

حضرت مخدوم جہاں کا مزار اقدس تقریباً ۶۰۰ برسوں تک کھلے آسمان کے نیلگوں چھت کے تلے جگ مگ کرتی رہی اب نہایت حسین و خوب صورت سبز گنبد تعمیر ہوگیا ہے۔ حضرت مخدوم جہاں کی درگاہ شریف کا حسن و جمال ایسا ہے کہ دیکھتے رہیے۔ صبح ہو یا شام، دوپہر ہو یا رات ہر وقت یہاں ایسا دلی سکون میسر ہوتا ہے کہ

محسوس کیا جاسکتا ہے۔ دیر رات میں آپ کے مزار شریف کی زیارت یا حاضری کا کیا پوچھنا۔ اس وقت نہایت پر سکون ماحول میں آپ کی کرامت اور فیوص و برکات کا ایسا ظہور ہوتا ہے کہ دل کے تاروں جھنجھنا دیتا ہے بڑے بڑے صوفیائے کرام، دانشوروں اور سلاطین نے آپ کے مزار اقدس پر حاضری دیکر روحانی سکون حاصل کیا ہے اور آفتاب جہاں ہوگئے۔ بادشاہ سے لیکر فقیر تک کی مرادیں یہاں پوری ہوتی آئی ہیں۔ صبح سے رات تک عقیدت مندان کا ایک ہجوم لگا رہتا ہے۔ دور دور سے ہر مذہت و ملت کے لوگ بڑے ہی ادب و احترام اور عقیدت سے یہاں حاضری دیتے ہیں اور مزار اقدس کی زیارت کر کے مستفیض ہوتے ہیں۔

۹۰۱ھ مطابق ۹۵۔۱۴۹۴ء میں سکندر لودی آپ کی درگاہ شریف میں خراج عقیدت پیش کرنے بہار شریف آیا اور درگاہ شریف کے تمام فقیر، فقراء غریب و نادار لوگوں میں روپے تقیم کر کے واپس ہوا۔

ہر زمانہ میں یہاں راجہ، مہاراجہ، سلاطیں ور انتظامیہ نے عقیدت کے تحت عقیدت مندوں کی سہولت کیلئے تعمیری کام کروائے ہیں۔ سوری حکمرانوں نے اپنے دور حکومت میں درگاہ شریف کے چاروں طرف مکان اور مسافر خانے، مسجد اور حوض کی تعمیر کر رایا تھا۔ اور فوارہ بھی لگوایا تھا۔

حضرت مخدوم جہاں کے نویں سجادہ نشیں حضرت مخدوم شاہ اخوند فردوسی کے دور میں خود مختار حکمراں سلیماں کرارانی نے ۹۷۷ھ مطابق ۷۰۔۱۵۶۹ء میں بڑی درگاہ میں اہم تعمیری کام کئے۔ درگاہ شریف میں داخل ہونے کیلئے آخری دروازہ، جو صندلی دروازہ کہلاتا ہے، اسی کے ذریعہ تعمیر ہوا ہے۔ اس دروازہ کے اوپر ہنوز ایک کتبہ نصب ہے۔

اسی دروازے کے داہنی طرف حضرت مولانا مظفر بلخیؒ کا حجرہ ہے۔ صندلی

دروازے سے ٹھیک شمال کی جانب تھوڑی اونچائی پر مولانا مظفر بلخیؒ کے حجرے کے سامنے آپ کے خلیفہ حضرت شیخ جمال اولیا اودھی کا مزار شریف اور حجرہ ہے۔

صندلی دروازے سے قبل درگاہ شریف میں داخل ہونے کے لئے دوسرے دروازے کی تعمیر شیخ صلاح الدین نے کرائی تھی۔ اسی دروازے کے قریب پورب جانب دیوار سے سٹی ہوئی ایک قطار میں حضرت مخدوم جہاں کے سجادہ نشینوں کے مزارات شریف ہیں۔

شہنشاہ اکبر کو بھی حضرت مخدوم جہاں سے خاصی عقیدت تھی۔ اس کے نورتنوں میں سے ایک ابوالفضل نے آئین اکبری میں حضرت مخدوم جہاں اور ان کے مکتوبات کا تذکرہ کیا ہے۔

اکبر کا بیٹا شہنشاہ جہانگیر حضرت مخدوم جہاں سے عقیدت رکھتا تھا اور اس نے ۱۰۳۳ھ میں اپنے دور اقتدار میں حضرت مخدوم جہاں کے ۱۳ ویں سجادہ نشیں حضرت مخدوم شاہ عبدالسلام فردوسی کی خدمت میں موضع مصادرپور کی جاگیر فرمان کے ذریعہ نذرانہ میں پیش کی تھی۔

شہنشاہ شاہجہاں اس تاریخی درگاہ کی اہمیت کی کافی قدر کرتا تھا۔ اس کے دور حکومت میں بہار کے صوبہ دار حسیب خاں سوری نے ۱۰۵۶ھ مطابق ۴۷-۱۶۴۶ء میں حضرت مخدوم جہاں کے ۱۴ ویں سجادہ نشیں مخدوم شاہ زکی الدین فردوسی کے دور میں اہم تعمیری کام کئے۔ اس نے بڑی درگاہ کے حلقہ میں ایک عیدگاہ کی تعمیر کرائی اور پختہ اینٹ سے اس کا فرش بنوایا درگاہ شریف میں زائرین سہولت کے لئے عیدگاہ کے پیچھے پچھم جانب ایک حوض تعمیر کروایا اسے حوض شرف الدین نام دیا گیا جو آج تک مخدوم تالاب کے نام موجود ہے۔ عیدگاہ کی جنوبی جانب دیوار میں اس کے تعمیر کا ایک تاریخی کتبہ نصب ہے۔

اس تالاب کی ایک خوبی یہ بھی تھی کہ حضرت مخدوم جہاں کے مزار اقدس کے پاس سے پانی کی نکاس اس تالاب میں تانبے کے پائپ کے ذریعہ کی گئی تھی۔ جب کبھی حضرت مخدوم جہاں کے مزار شریف کو غسل دیا جاتا یا بارش ہوتی تو اس مقدس مقام کا پانی اس تالاب میں جاکر گرتا تھا۔ وہ تانبے کا پائپ پہلے دکھائی دیتا تھا لیکن اب نہیں دکھائی دیتا۔

شہزادہ عظیم الشان نے بھی اپنے دور گورنری میں حضرت مخدوم جہاں کے مزار اقدس بڑی درگاہ میں حاضری دی ہے۔ اور تعمیری کاموں میں خصوصی دلچسپی لی ہے اس نے حضرت مولانا مظفر بلخی کے حجرے کی تعمیر نو کرائی اور عید بقر عید کے موقع پر خصوصی لنگر کا انتظام بھی کیا کرتا تھا۔ اس لنگر کا سرکاری سطح پر انتظام مغل حکمرانوں کے دور میں بہت دنوں تک جاری رہا۔

حضرت مخدوم جہاں کے ۱۵ ویں سجادہ نشیں حضرت شاہ وجیہ الدین کے دور میں مغل حکمراں فرخ سیر نے بھی کئی گاؤں حضرت مخدوم جہاں کی درگاہ شریف اور خانقاہ معظم کے اخراجات کے لئے بڑی عقیدت سے نذر پیش کی۔ جس کا فرمان خانقاہ معظم کی لائبریری میں موجود ہے۔

حضرت مخدوم جہاں کے ۱۹ ویں سجادہ نشیں حضرت مخدوم شاہ بدیع الدین فردوسی کے نام سے محمد شاہ رنگیلے نے موضع حضور پور مہندور اور کئی گاؤں مخدوم جہاں کے عرس اور خانقاہ کے اخراجات کے لئے نذر کئے تھے۔

حضرت مخدوم جہاں کے ۲۵ ویں سجادہ نشیں حضرت شاہ علیم الدین درویش فردوسی کے دور میں شاہ عالم ثانی نے بڑی درگاہ بہار شریف اور خانقاہ معظم میں حاضری دی ہے۔ اس نے بھی کئی گاؤں حضرت مخدوم جہاں کے عرس کے خرچ کے لئے نذر کئے اور درگاہ کے راستے میں فقیروں، بے سہاروں، غریبوں اور

ناداروں، مجبوروں کے بیچ اس نے کافی مقدار میں چاندی کے اتنے پھول نچھاور کئے کہ سب کے دامن پھولوں سے بھر گئے۔ شاہ عالم ثانی کے کئی فرمان خانقاہ معظم کی لائبریری میں موجود ہے۔ شاہ عالم ثانی نے مسٹر جوزف جیکل بہادر کو اس وقت کے موجودہ سجادہ نشیں حضرت شاہ علیم الدین فردوسی کے ساتھ عقیدت اور ان کا ادب و احترام کرنے کی ہدایت بھی کی تھی جس کا فرمان بھی موجود ہے۔ ۱۱۷۱ھ میں نواب میر جعفر بھی بڑی درگاہ میں عقیدت و احترام کے ساتھ حاضر ہوا اور حیات ثبات نامی مخطوطہ کے مطابق کافی چیزیں درگاہ شریف کی نذر کی۔

اس دور میں مہاراجہ شتاب رائے اور مہاراجہ کلیان سنگھ عاشق بھی حضرت مخدوم جہاں کے سالانہ عرس میں کافی عقیدت کے ساتھ بڑی درگاہ حاضر ہوا کرتے تھے درگاہ کے نزدیک فقیر و فقراء اور ناداروں کو کافی خیرات کیا کرتے تھے۔

حضرت مخدوم جہاں کے ۲۰ویں سجادہ نشیں حضرت مخدوم علیم الدین کی وفات کے بعد ان کے اکلوتے کم عمر صاحب زادے شاہ ولی اللہ فردوسیؒ مخدوم جہاں کے ۲۱ ویں سجادہ نشیں ہوئے تو ان کی سجادہ نشینی اور تولیت کی تصدیق بھی شاہ عالم نے ایک خصوصی فرمان کے ذریعہ کی اور اس میں ان کے حقوق کی پوری محافظت کے لئے سخت ہدایتں جاری کیں۔

راجہ بودھ نارائن بھی درگاہ شریف اور حضرت مخدوم جہاں کے عقیدت مندوں میں سے تھے۔ انہوں نے بھی کچھ گاؤں درگاہ شریف اور خانقاہ معظم کے اخراجات کے لئے نذر کئے تھے وہ فرمان بھی خانقاہ معظم میں محفوظ ہے۔

مخدوم جہاں کا عرس چراغاں

شمالی ہند میں مخدوم جہاں کے عرس کو وہی اہمیت حاصل ہے جو کہ بر صغیر

میں اجمیر شریف کے عرس کو حاصل ہے۔ یہاں کی تہذیب و ثقافت پر بھی بزرگوں کے اعراس بطور خصوص مخدوم جہاں کے عرس چراغاں کی چھاپ بہت نمایاں ہے۔ ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی، جین اور بودھ بھی آپ کے چراغاں میں صف عقیدتمند میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ پورا شہر عرس کی فضائے نورانی میں رچ بس جاتا ہے۔ صوبائی حکومت اسپیشل سواریوں کا انتظام کرتی ہے اور محکمہ صحت اتنے بڑے مجمع کے لئے صحت و حفظان کے انتظامات کرتا ہے۔ محکمہ پولس و انتظامیہ امن و قانون کے لئے چوکیاں قائم کرتا ہے۔

یکم شوال سے ہی زائرین کی آمد شروع ہو جاتی ہے اور ۵ تاریخ تک پورا بہار شریف مہمانوں سے بھر جاتا ہے۔ ادنی اعلیٰ ہر گھر میں دو چار دس مہمان آجاتے ہیں۔ اور درگاہ سے سڑک تک بازار سا لگ جاتا ہے۔ قناتیں نصب ہو جاتی ہیں زائرین کی سہولت کے لئے سامان خورد و نوش کی دکانیں سج جاتی ہیں۔

پانچویں تاریخ کو جس سے پوچھئے میاں کدھر سے آتے ہو؟ تو یہی جواب ملتا ہے کہ درگاہ شریف سے آرہا ہوں۔ اگر جانے والے سے پوچھئے تو ہر ملا جواب ملتا ہے کہ درگاہ شریف جارہا ہوں۔

پورے احاطہ درگاہ شریف اور خانقاہ معظم نیز بیت الشرف میں رمضان شریف سے ہی چونا گردانی رنگ و روغن شروع ہو جاتا ہے۔ اور زیب سجادہ حضرت مخدوم جہاں کے نمائندے اور ذمہ دار حضرات جگہ جگہ مصروف نظر آتے ہیں۔ عرس کے روز تک درگاہ و خانقاہ معظم بقعہ نور بن جاتی ہے۔

۵/ شوال کو نماز فجر کے بعد تلاوت کلام پاک سے خانقاہ معظم میں حضرت مخدوم جہاں کے عرس چراغاں کی باضابطہ شروعات ہوتی ہے۔ دن بھر مزار شریف پر چادروں کی پیشی کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ شام میں ضلع انتظامیہ کی جانب سے

پھولوں کی چادر مزار پر پیش کی جاتی ہے. نماز عصر کے بعد سے خانقاہ معظم میں مکتوبات مخدوم جہاں کا روح پرور درس شروع ہوتا ہے۔ یہ سلسلہ نماز مغرب اور نماز عشاء کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔ ٹھیک حضرت مخدوم جہاں کے وصال کے وقت آپ کا وفات نامہ خاص انداز میں پڑھا جاتا ہے تو ایسا سماں بندھتا ہے کہ سارا منظر آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے بعض توگریاں کناں تڑپ اٹھتے ہیں اور سبھی کی انکھیں نم ہو جاتی ہیں۔

خانقاہ معظم میں بارہ بجے رات کے قریب مخدوم جہاں کے سجادہ نشیں تبرکات زیب تن فرماتے ہیں اور قدیم پالکی پر سوار ہوتے ہیں آگے آگے قوالان۔ مشعلوں کے درمیان درگاہ شریف کے لئے یہ نورانی قافلہ روانہ ہوتا ہے۔ صاحب سجادہ درگاہ شریف پہنچ کر پالکی سے اترتے ہیں اور مزار مبارک کے مقابل مخدوم کی جائے نشست پر جلوہ افروز ہوتے ہیں اور قل ہوتا ہے۔ اس وقت کا منظر عجیب پر کیف بارعب اور انوار فیضان سے بھرپور ہوتا ہے۔ قل کے بعد شیرینی تقسیم ہوتی ہے۔ نماز فجر کے قبل یہ سلسلہ چلتا ہے۔ بعد نماز فجر حضرت مخدوم جہاں کے پیر و مرشد خواجہ نجیب الدین فردوسی کا قل خانقاہ معظم میں ہوتا ہے۔ بعد ازاں رسم گاگر ادا کی جاتی ہے۔ آگے آگے قوال مخصوص ٹھمری گاتا ہوا چلتا ہے اور صاحب سجادہ مخدوم جہاں کے ساتھ مشائخ عظام اور عقیدت مند مٹی کے گاگر میں مخدوم کے فاتحہ کے لئے پکنے والے کھانے کے واسطے مخصوص کنوئیں سے پانی لائے جاتے ہیں۔ پانی بھر کر بیت الشرف واپسی ہوتی ہے اور قوال گاتا ہے۔

شاہ شرف جی میں تو سے مانگوں
آنند سکھ سمپتی ایماں، میں تو سے
شاہ شرف جی میں تو سے مانگوں

مجالس قل و فاتح و سماع کا سلسلہ ۹ر شوال تک چلتا رہتا ہے اور خانقاہ معظم میں لنگر خانہ عام لوگوں کیلئے کھلا رہتا ہے۔

قبروں کی زیارت اور اُس کے آداب

معدن المعانی میں قبروں کی زیارت اور اس کے آداب کے متعلق مخدوم الملک نے کئی صفحوں میں ارشاد فرمایا ہے۔

" مجلس شریف میں قاضی بدرلدین ظفر آبادی نے عرض کی کہ زیارت قبور کے آداب کیا ہیں اور وہاں کس طرح جانا چاہیۓ ؟

حضرت مخدوم عظمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کے بہت سے طریقے لکھے ہیں۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی زیارت قبر کے لئے جانا چاہیۓ تو اول گھر میں دو رکعت نماز ادا کرے۔ اس طور پر کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار، آیت الکرسی ایک بار قل ہو اللہ یعنی سورہ اخلاص تین بار پڑھے۔ پھر سلام کے بعد اگر کسی قبر معین کے لئے نہیں جانا ہے تو کہے کہ اس دو رکعت نماز کا ثواب جملہ مردگان کی روح کو بخشا۔ نقل ہے کہ حق سجانہ تعالے اس مردہ کے قبر میں ایک نور بھیجتا ہے اور اس نماز ادا کرنے والے کے حق میں بہت ثواب، اس کے بعد روانہ ہو جب مزار کے قریب پہنچے تو جوتے اتارلے اور جب قبر پر پہنچ جائے تو کھڑا رہے۔"

" ایک دوسرے موقعہ پر حضرت زین بدر عربی نے مخدوم عظمہ اللہ کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ دفن کی پہلی رات کو دو رکعت نماز ادا کرنا آیا ہے بایں طور کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک بار آیت الکرسی تین بار اذاذلزلت الارض دس بار تو حق سبحانہ تعالے ہزار شہیدوں کا ثواب اس مردہ کو عطا فرماتا ہے۔

پھر حضرت زین بدر عربی نے عرض کی کہ دو رکعت نماز قبر کے نزدیک ادا

کرے یا گھر میں؟ فرمایا کہ قبر کے پاس ہو تو بہتر ہے۔ اور فرمایا کہ قیامت کی منزلوں میں سے پہلی منزل قبر ہی ہے۔" جب پہلی منزل میں مردہ کو دشواری اور مشکل پیش آئی تو اللہ پناہ میں رکھے دوسری منزلوں میں بھی مشکلات کا خوف ہے تو چاہئے کہ دفن کے بعد دعا، صدقہ، نماز میں مشغول ہوں اوراس کے ذریعہ میت کی مدد کریں تاکہ اُسے اسانی ہو"

" پھر خاکسار نے عرض کیا کہ مردہ کو کلمہ شہادت کی تلقین کا فائدہ اسوقت ہوگا جبکہ وہ سنے اور جانے؟

حضرت مخدوم عظمہ اللہ نے فرمایا مردہ کو خبر ہوتی ہے اور وہ سنتے ہیں اور دیکھتے ہیں اور سب چیزوں پر قدرت رکھتے ہیں۔ مگر کچھ کہہ نہیں سکتے ارباب مکاشفہ ان کی باتوں کو سنتے سمجھتے ہیں یہ اس لئے کہ صاحبان مکاشفہ اور یہ مردے دونوں ہی ایک ہی عالم میں ہیں اور ارشاد ہوا کہ روح کی باتوں کو روح جانتی ہے۔

" مجلس شریف میں قبر کے بوسہ دینے کا تذکرہ آگیا۔ حضرت مخدوم عظمہ اللہ نے فرمایا کہ (عام) قبر کو بوسہ دینا اور سر یا ہاتھ رکھنا نہیں آیا ہے مگر ماں باپ یا استاد (پیر) کی قبر کو اگر برکت کے لئے چومے تو جائز قرار دیا ہے اور بزرگان دین مین سے کسی بزرگ کے قبر کو بھی بوسہ دے کیونکہ معناً وہ بھی استاد کے درجہ میں آتے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ ماں باپ کی قبر کو بوسہ دینا اس روایت کی بنا پر جائز رکھتے ہیں کہ عہدے رسالت پناہی ﷺ میں ایک شخص نے یہ نذرمانی کہ اگر یہ کام ہوجائے تو بہشت کے درکو اور حور عین کو بوسہ دوں گا۔ اس کے بعد حضور مقبول ﷺ سے لوگوں نے پوچھا کہ نذر قبول کرنے والا کس طرح اپنی نذر اُتارے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی ماں کے قدم کو بوسہ دے گا گویا بہشت کے درکو

اس نے بوسہ دیا اور باپ کی پیشانی کو چوما گویا حور عین کو بوسہ دیا۔

اس کے بعد پھر پوچھا یا رسول اللہ! اگر اس کے ماں باپ مر چکے ہوں تو کیا کرے؟ پیغامبر ﷺ نے فرمایا ماں باپ کے قبر کو بوسہ دے اور اسی روایت کی نبا پر ماں باپ کی قبر کے چومنے کو جائز قرار دیتے ہین۔ اسکے بعد پھر پوچھا یا رسول اللہ اگر ماں باپ کی قبر کا پتا نہ ہو تو وہ کیا کرے ارشاد ہوا۔ ایک دوسری قبر ماں باپ کے قبر کی نیت سے بنائے اور اُسے بوسہ دے۔"

حاضرین مجلس میں سے کسی نے عرض کی کہ تربت کے اندر پھول رکھنا کیسا ہے؟

حضرت مخدوم عظمہ اللہ نے فرمایا۔ "پھول قبر میں رکھنا اچھا ہے کیونکہ فرمایا گیا ہے کہ جس وقت تک پھول تر رہتا ہے وہ تسبیح خواں ہوتا ہے اس تسبیح سے مردہ کو انس ہوتا ہے۔

"اس کے بعد (مخدوم الملک نے) فرمایا دفن کی پہلی رات کو مرنے والے کی قبر پر مشغول ہو کیوں کہ جو کچھ ہے وہ پہلی ہی رات ہے۔ دفن کے بعد جب لوگوں کی جماعت پیٹھ پھیرتی ہے۔ وہی وقت مرنے والے سے سوال کا ہوتا ہے۔ دعا و نماز میں اس وقت سے مشغول ہو اور میت کو کلمہ شہادت کی تلقین کرے۔ کہئے اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ و اشھد ان محمد الرسول اللّٰہ اور سطر کی دوسری چیزیں جو کہ تلقین کیلئے آئی ہیں۔ میت کے لئے تلقین کا یہی اشارہ کیا گیا ہے۔ اسلئے کہ مردے سنتے ہیں اور جان لیتے ہیں۔ جب پڑھا جاتا ہے تو اُسے تلقین ہوتی ہے۔

عرس اور ایصال ثواب

مخدوم جہاں اپنے ملفوظ مُخ المعانی میں بیان کیا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول علیہ السلام کے روح پاک کے نذر کیلئے کھانا تیار کیا اور اتنا بنایا کہ پورے شہر مدینہ کے لوگوں کیلئے کافی ہو گیا۔ اہل مدینہ میں غلغلہ ہوا آج کیا ہے؟ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ آج اللہ کے رسول کا عرس ہے۔

ایصال ثواب کے متعلق مخدوم الملک نے خوان پر نعمت مجلس یازدھم میں فرمایا ہے۔

قاضی اشرف نے فرمایا۔ کھانا روزانہ کا معمول ہے۔ اگر ہم نیت کریں کہ اس کا ثواب کسی کے روح کو پہنچے یہ کیسا ہے؟ مخدوم پاک نے فرمایا کہ ایمان دار کا آپ کھانا بھی عبادت ہے۔ کھانا کھانے کے بعد اگر تم کہدو کہ جو ثواب اس سے حاصل ہو فلاں کے روح کو پہنچے یہ نیک اور بہتر ہے۔

حضرت مخدوم الملک معدن المعانی میں بیان فرماتے ہیں کہ کوئی شخص مشائخین سے محبت رکھتا ہے اور اُسے کوئی مہم پیش آتی ہے وہ کہتا ہے اگر میر اکام ہو جائے تو فلاں چیزوں کو روح کو ہد یہ کروں گا۔ یا ان کو دوں گا۔ یا اُن کے پاس لے جاؤں گا یعنی جو حاجت مجھے پیش آتی ہے۔ یہ اُن کے اوقات پاک کے حوالہ کرتا ہوں۔ وہ قطعاً پوری ہو گی اور کام ہو جائے گا اگر وہ کام نہ ہو سکا تو یہ میری جانب سے ہے اور یہ میری تقصیر کے سبب ہے۔

خلفاء مخدوم جہاں

حضرت مخدوم کے مشہور ترین خلفاء مندرجہ ذیل ہیں۔ حضرت مولانا مظفر بلخی، حضرت مولانا حسین نوشہ توحید، حضرت مخدوم شعیب، حضرت مولانا ابراہیم، حضرت مولانا آموں، حضرت مولانا نصیر الدین سمنانی اودھی، حضرت مولانا

شمس الدین مشہدی، حضرت مخدوم منہاج الدین راستی پھلواروی، حضرت قاضی شمس الدین، مولانا قاضی صدرالدین، قاضی اشرف الدین، حضرت سید علیم الدین گیسودراز نیشاپوری، شیخ شمس الدین محمود بدایونی، حضرت میر سید علی ہمدانی

سلسلہ سجادگی مخدوم جہاں

حضرت مخدوم جہاں کے سجادہ نشینوں میں اب تک بڑی بڑی باعظمت روحانی و عرفانی اور علمی شخصیتیں گذری ہیں اور سلسلہ سجادگی خوبصورت تسلسل کے ساتھ شاد و آباد ہے۔ اب تک جو سجادگان گذرے ہیں موجودہ سجادہ تک ان کی ترتیب یہ ہے

(۱) حضرت مولانا مظفر بلخی

(۲) حضرت مخدوم حسین بن معز نوشہ توحید بلخی

(۳) حضرت مخدوم حسن دائم جشن بلخی

(۴) حضرت مخدوم احمد لنگر دریا بلخی

(۵) حضرت مخدوم ابراہیم سلطان بلخی

(۶) حضرت مخدوم حافظ درویش بلخی

(۷) حضرت مخدوم شاہ بھیکھ فردوسی

(۸) حضرت مخدوم شاہ جلال فردوسی

(۹) حضرت مخدوم شاہ اخوند فردوسی

(۱۰) حضرت مخدوم شاہ محمد فردوسی

(۱۱) حضرت مخدوم شاہ احمد فردوسی

(۱۲) حضرت مخدوم شاہ علی فردوسی

(۱۳) حضرت مخدوم شاہ عبد السلام فردوسی

(۱۴) حضرت مخدوم شاہ ذکی الدین فردوسی

(۱۵) حضرت مخدوم شاہ وجیہہ الدین فردوسی

(۱۶) حضرت مخدوم شاہ محمد بزرگ فردوسی

(۱۷) حضرت مخدوم شاہ علی خورد فردوسی

(۱۸) حضرت مخدوم شاہ علاؤ الدین فردوسی

(۱۹) حضرت مخدوم شاہ بدیع الدین فردوسی

(۲۰) حضرت مخدوم شاہ علیم الدین درویش فردوسی

(۲۱) حضرت مخدوم شاہ ولی اللہ فردوسی

(۲۲) حضرت مخدوم شاہ امیر الدین فردوسی

(۲۳) جناب حضور شاہ امین احمد فردوسی

(۲۴) جناب حضور شاہ محمد حیات فردوسی

(۲۵) جناب حضور شاہ محمد سجاد فردوسی

(۲۶) جناب حضور شاہ محمد امجاد فردوسی

(۲۷) جناب حضور سید شاہ محمد سیف الدین فردوسی

مد ظلہ العالی موجودہ زیب سجادہ خانقاہ معظم حضرت مخدوم جہاں

شجرہ سلسلہ فردوسیہ

شجرہ شریف کے برکات کے متعلق مخدوم الملک نے معدن المعانی میں ارشاد فرمایاہے۔

"مجلس شریف مین پیران رحہم اللہ علیہم اجعین کے شجرہ کا تزکرہ آگیا۔

حضرت مخدوم جہاں عظمہ اللہ نے فرمایا کہ پیران سلسلہ کے شجرہ کو یاد کرلینا چاہئے اور اسے ہر فرض نماز کے بعد پڑھنا چاہئے اس کے بحید برکات ہیں۔ مجلس شریف میں اس وقت جتنے حاضرین تھے انہیں لکھ لینے کا اشارہ فرمایا اور خود حضرت مخدوم جہاں نے اسے املا کرادیا۔

اسکے بعد مخدوم پاک نے غلاموںکی جانب جو اس وقت حاضر تھے متوجہ ہو کر فرمایا کی روزانہ ہر فرض نماز کے بعد اُسے پڑھ لینا چاہئے۔ اور اگر کسی کو کوئی مہم پیش آجائے۔ دینی ہو یا دنیاوی تو وضو کرے اور دو ۲ رکعت نماز پڑھکر اس شجرہ کو پڑھے اور ان پیروں کو مشفع لائے تو اللہ تعالےٰ اس کی مہم کو سر کر دے گا اور اُس کی حاجتوں کو پورا فرمائے گا۔ انشااللہ تعالےٰ"۔

الٰہی بوسیلہ وقت پاک شیخ الاسلام والمسلمین حضرت جناب حضور سید شاہ محمد امجاد فردوسی القادری قدس اللہ سرہ العزیز الٰہی بوسیلہ وقت پاک شیخ الاسلام والمسلمین حضرت جناب حضور سید شاہ محمد سجّاد فردوسی القادری قدس اللہ سرہ العزیز الٰہی بوسیلہ وقت پاک شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ مولانا سید شاہ محمد حیات فردوسی شطاری القادری قدس اللہ سرہ العزیز الٰہی بوسیلہ وقت پاک شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ مولینا سید شاہ امین احمد المشتہر جناب حضور فردوسی شطاری القادری قدس اللہ سرہ العزیز الٰہی بوسیلہ وقت پاک شیخ الاسلام والمسلمینؑ حضرت خواجہ عبدالحی المشتہر شاہ امیرالدین فردوسی شطاری القادری قدس اللہ سرہ العزیز الٰہی بوسیلہ وقت پاک شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ عبدالغنی المشتہر شاہ حسین علی شطاری القادری فردوسی قدس اللہ سرہ العزیز الٰہی بوسیلہ وقت پاک شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ عبدالنبی المشتہر شاہ حسن علی شطاری فردوسی القادری قدس اللہ سرہ العزیز الٰہی بوسیلہ وقت پاک شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ عبدالصمد

المشتہر شاہ محمد حیات شطاری فردوسی القادری قدس اللہ سرہ العزیز الٰہی بوسیلہ وقت پاک شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ عبداللہ المسمّٰی محمد سجاد المشتہر شاہ محمد بھیکھ شطاری فردوسی القادری قدس اللہ سرہ العزیز الٰہی بوسیلہ وقت پاک شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ عین الدین المشتہر عبدالباری المعروف حضرت شاہ رکن الدین احمد شطاری فردوسی القادری قدس اللہ سرہ العزیز الٰہی بوسیلہ وقت پاک شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ عبدالمیمن المشتہر شاہ محی الدین محمد شطاری فردوسی القادری قدس اللہ سرہ العزیز الٰہی بوسیلہ وقت پاک شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ عبدالباقی المعروف بہ حضرت شاہ قطب الدین شطاری فردوسی القادری قدس اللہ سرہ العزیز الٰہی بوسیلہ وقت پاک شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ شیخ خلیل اللہ المعروف بہ حضرت شاہ علاؤ الدین شطاری فردوسی القادری قدس اللہ سرہ العزیز الٰہی بوسیلہ وقت پاک شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ بایزید المعروف بہ مخدوم شاہ علی شطاری فردوسی القادری قدس اللہ سرہ العزیز الٰہی بوسیلہ وقت پاک شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ ہدایت اللہ المعروف مخدوم شاہ ابو الفتح پیر سرمست تیغ آویزاں شطاری فردوسی القادری قدس اللہ سرہ العزیز الٰہی بوسیلہ وقت پاک شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ فیض اللہ المعروف شیخ محمد علا مخدوم شاہ قاضن شطاری فردوسی القادری قدس اللہ سرہ العزیز الٰہی بوسیلہ وقت پاک شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ مخدوم شیخ ایوب کاہی فردوسی القادری قدس اللہ سرہ العزیز الٰہی بوسیلہ وقت پاک شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مخدوم شیخ محمد بہرام بہاری فردوسی القادری قدس اللہ سرہ العزیز الٰہی بوسیلہ وقت پاک شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مخدوم شیخ حسن دائم جشن فردوسی قدس اللہ سرہ العزیز الٰہی بوسیلہ وقت پاک شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مخدوم شیخ حسین بن معز نوشہ توحید بلخی

فردوسی قدس اللہ سرہ العزیز الٰہی بوسیلہ وقت پاک شیخ الاسلام والمسلمین حضرت ملک العشاق مخدوم مولانا شاہ مظفر شمس بلخی فردوسی قدس اللہ سرہ العزیز الٰہی بوسیلہ وقت پاک شیخ الاسلام والمسلمین سلطان المحققین مخدوم شاہ شرف الحق والشرع والدین احمد یحییٰ منیری بہاری فردوسی قدس اللہ سرہ العزیز الٰہی بوسیلہ وقت پاک شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ مخدوم شاہ نجیب الدین فردوسی قدس اللہ سرہ العزیز الٰہی بوسیلہ وقت پاک شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ رکن الدین فردوسی قدس اللہ سرہ العزیز الٰہی بوسیلہ وقت پاک شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ بدرالدین سمرقندی قدس اللہ سرہ العزیز الٰہی بوسیلہ وقت پاک شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ سیف الدین باخرزی قدس اللہ سرہ العزیز الٰہی بوسیلہ وقت پاک شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ نجم الملۃ والدین المعروف بہ کبریٰ قدس اللہ سرہ العزیز الٰہی بوسیلہ وقت پاک شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ ضیاء الحق والدین ابو نجیب سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز الٰہی بوسیلہ وقت پاک شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ قاضی وجیہہ الدین ابوحفص قدس اللہ سرہ العزیز الٰہی بوسیلہ وقت پاک شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ محمد عبداللہ عرف بعموبہ قدس اللہ سرہ العزیز الٰہی بوسیلہ وقت پاک شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ اسود دینوری قدس اللہ سرہ العزیز الٰہی بوسیلہ وقت پاک شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ ممشاد دینوری قدس اللہ سرہ العزیز الٰہی بوسیلہ وقت پاک شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ سیدّ الطائفہ حضرت خواجہ جنید بغدادی قدس اللہ سرہ العزیز الٰہی بوسیلہ وقت پاک شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ ضیاء الحسن ابوالحسن حضرت خواجہ سری سقطی قدس اللہ سرہ العزیز الٰہی بوسیلہ وقت پاک شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ معروف کرخی قدس اللہ سرہ العزیز الٰہی بوسیلہ وقت پاک شیخ الاسلام والمسلمین امام المومنین والمتقین

حضرت سیدناامام موسیٰ رضاصلوٰۃ اللہ علیہ الٰہی بوسیلہ وقت پاک شیخ الاسلام والمسلمین امام المؤمنین والمتقین حضرت سیدناامام موسیٰ کاظم صلوٰۃ اللہ علیہ الٰہی بوسیلہ وقت پاک شیخ الاسلام والمسلمین امام المؤمنین والمتقین حضرت سیدناامام جعفر صادق صلوٰۃ اللہ علیہ الٰہی بوسیلہ وقت پاک شیخ الاسلام والمسلمین امام المؤمنین والمتقین حضرت سیدنا امام محمد باقر صلوٰۃ اللہ علیہ الٰہی بوسیلہ وقت پاک شیخ الاسلام والمسلمین امام المؤمنین والمتقین حضرت سیدنا امام زین العابدین صلوٰۃ اللہ علیہ الٰہی بوسیلہ وقت پاک شیخ الاسلام والمسلمین امام المؤمنین والمتقین حضرت سیدنا امام حسین شہید دشت کربلا صلوٰۃ اللہ علیہ الٰہی بوسیلہ وقت پاک شیخ الاسلام والمسلمین امام المؤمنین والمتقین شہنشاہ ولایت اسداللہ الغالب امیرالمؤمنین حضرت سید نا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہ الٰہی بوسیلہ وقت پاک سلطان الانبیاء والاصفیاء حضرت سیدّالمرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین سرورکائنات مفخر موجودات حضرت احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم تسلیما برحمتک یاارحم الراحمین الٰہی بعجزہ و زاری فقیر محمد سیف الدین فردوسی القادری بوسیلہ جمیع پیران سلک فردوسیہ رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین۔

اقوال حضرت مخدوم جہاں

نماز

☆ اگر نماز کی پابندی نہ ہوگی تو کوئی کمال وقت پر کام نہ آئے گا۔

☆ کاہلی ایک ایسی بیماری ہے کہ اگر اس کا علاج نہ ہوا تو انسان ہلاک ہوکر رہ جائے گا اس کا علاج نماز پڑھنا اور ہر قسم کی طاعت بجالانا ہے آئینہ دل میں جو نور برق یا تیز روشنی یا صاف روشنی کی طرح ظاہر ہوتا ہے اکثر وبیشتر وضو اور نماز کی برکت سے ہوتا ہے

☆ جس شخص کو تم نماز کے وقتوں میں بازار میں چلتے پھرتے دیکھو اس کی ذلت اور بد نصیبی پر ماتم کرو۔

روزہ

☆ سچے روزہ دار کو یقینی مقام تقرب حاصل ہوتا ہے روزہ سے دل کی صفائی حاصل ہوتی ہے اور چار پایوں، درندوں کی خصلت و نجاست انسان سے دور ہوتی ہے اور لطیفہ سر سے اس قسم کی ظلمتیں نکل جاتی ہیں ایسی حالت میں روزہ کو کوئی معمولی چیز نہ سمجھنا چاہئے۔

گناہ

☆ جس نے گناہ کیا اور گناہ کو گناہ نہ سمجھا وہ ہلاک ہو چکا۔

☆ گناہ کو گناہ نہ سمجھنا کفر ہے کفر جان کے لئے سم قاتل ہے

☆ اگر تم نے ترک گناہ کا عزم بالجزم کر لیا لیکن گزشتہ گناہوں کی قضائیں ادا نہ کیں اور دشمنوں کو خوش نہ کیا تو تم پر عتاب خداوندی باقی رہے گا

☆ بندے کیلئے گناہ ایک بلا ہے

☆ گناہ سے دل سیاہ ہوتا ہے اس کی پہچان یہی ہے کہ گناہ کا خوف دل سے جاتا رہے، طاعت وعبادت میں لذت نہ ملے کسی کی اچھی باتیں دل کو بری لگیں اس لئے غفلت میں نہ رہو۔

☆ جانتے ہو کہ معصیت کیا ہے ؟ تمہارے خوبصورت چہرے کا تل ہے تا کہ نگاہ بد بیناں اسی تل پر پڑے اور تمہاے حسن رخسار کو نظر نہ لگے۔

توبہ

☆ کیا معلوم کس وقت ملک الموت پہونچ جائیں توبہ سے غافل نہ رہو توبہ وہ نعمت ہے کہ اگر مرنے کے قبل نصیب ہو جائے تو کیا کہنا ہے جتنی طاقت گناہ کرنے میں خرچ کرتے ہو، اتنی ہمت توبہ کرنے میں صرف کرو

☆ توبہ سے رکنا شیطانی اغوا ہے

☆ جس نے گناہ سے توبہ کرلی وہ ایسا ہوگیا کہ اس نے گناہ ہی نہیں کیا تھا اصل کام عمل ہے اور ایک ساعت بھی تجدید توبہ سے غافل نہ رہو کیونکہ بغیر توبہ کے عمل درست نہیں ہوتا

☆ ہر دل میں آفتاب ایمان اسی قدر دکھائی دے گا جتنی جلا توبہ سے حاصل ہوگی

☆ جس درجہ میں درگاہ توبہ وسیع ہوگی اسی قدر آفتاب ایمان کی روشنی ہوگی ہمشہ گناہ سے استغفار کیا کرتا اور طاعت سے شرمندہ رہنا جس طرح معصیت کو مغفرت کی حاجت ہے اسی طرح طاعت کو بھی ضرورت ہے

☆ دنیا میں جس نے اپنے آپ کو توبہ کی آگ میں نہ جھونک دیا یقینی اسے اتش دوزخ میں جلنا پڑے گا تم کو جو بھی اپنا عیب وہنر معلوم ہے اسے آج ہی توبہ کی اگ میں جلا کر خاک کردو تاکہ یہ فتویٰ تمہاری پشت پنا ہی کرے۔

☆ تم کو ہر برائی اور بدکاری سے توبہ کرنا چاہئے صدیقوں کو اپنے صدق سے توبہ کرنا ضروری ہے جس طرح ہم جیسے بدعہدوں اور جھوٹوں کو ظلم وجفا سے توبہ کرنا واجب ہے ٹھیک اسی طرح وفاداروں اور مخلصوں کو بھی اخلاص ووفا سے توبہ کرنا لازم ہے اور جس طرح ہم جیسے نفس وخواہشات کے بندوں کو ہوا وہوس سے توبہ کرنا ضروری ہے اسی طرح ہر اہل دل کو اپنے مراقبے کی حالتوں سے توبہ کرنا لازمی ہے

☆ جس نے توبہ کے ذریعہ پچھلے گناہوں کو معاف کرالیا ہے اس نے حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ رشتہ جوڑلیا اور جس نے گناہوں سے توبہ نہ کی اس نے اپنا رشتہ شیطان سے قائم رکھا

☆ توبہ انسان کیلئے ضروری اور مریدوں کا پہلا قدم ہے اور یہ قدم بغیر کسی پیر پختہ اور راہ رفتہ کی مدد کے حاصل نہیں ہوتا

ضرورت پیر

☆ جس طرح امت کیلئے پیغمبر کی ضرورت ہے اور طفل شیر خوارہ کے لئے دایہ اور تعلیم کے لئے استاد کی حاجت ہے اور بیمار کے لئے طبیب، پیاسے کے لئے پانی بھوکے کے لئے روٹی کی ضرورت ہے اسی طرح مرید کے لئے پیر مشفق کی ضرورت ہوتی ہے۔

☆ راہ سلوک میں مرید کا خود سے چلنا (بغیر پیر کے) ایسا لغو فعل ہے جس کی کوئی حد نہیں، بے دیکھے راہ چلنا اپنے کو ہلاک کرنا ہے صرف تصوف وغیرہ کی کتابیں دیکھ کر منزل طے نہیں ہوسکتی ہے یہ خیال ایسا ہے جیسے مردہ شخص سے کوئی آدمی تعلیم وتربیت چاہے اس کا حاصل یہی ہوگا کہ دل اور مردہ ہوجائیگا۔

☆ مریدان پیران صادق کے ساتھ وابستہ ہوجائیں تاکہ نجات کی صورت نکلے اس میں شک نہیں کہ پیر کی اشد ضرورت ہے اور ہزاروں فائدے اس کی بدولت ہوتے ہیں

☆ راہ سلوک میں بغیر کسی صاحب دل یا صاحب ولایت کے جانا اپنی پونجی برباد کردینا ہے۔

☆ بغیر عنایت خداوندی و حمایت پیر، راہ سلوک کی مہم سر نہیں ہوسکتی۔

ہدایت مرید

☆ مرید کے لئے ضروری شرط یہ ہے کہ جب کسی پیر سے مرید ہوجائے تو اپنی خواہش اور مراد کو تہہ کر کے رکھ دے۔

☆ مرید کو چاہئے کہ پیر کے تحت تصرف میں مردے کی طرح رہے جس طرح غسال مردے پر اپنا تصرف کرتا ہے جدھر چاہتا ہے پھراتا ہے وہ کچھ بولتا نہیں اسی طرح مرید کو پیر کا مطیع ہونا چاہیے۔

☆ مرید کو پیر کا فرماں بردار اس درجہ ہونا چاہئے کہ ایک اشارے پر جان ومال اور دولت دینی و دنیاوی کل لٹادے ترک کردے اور جو حکم بھی دے اس کو پورا کرے یہاں تک کہ اگر زہر کھانے کو وہ کہے تو مرید فوراً کھالے ہرگز ہرگز حیلہ وعذر نہ کرے بے تامل حکم کی تعمیل کرے اس حکم میں اپنا علمی و عقلی قانون نہ لگائے

☆ تمہارے لئے بہت زیادہ مناسب ہے کہ تم اپنا عقیدہ ان بزرگانِ دین کی طرف سے بہت پاک وصاف رکھو اور دل میں سمجھو کہ یہ حضرت کبھی خلافِ شریعت کوئی کام نہیں کرتے۔

☆ مرید کو چاہئے کہ طریقت کی راہ شریعت کی موافقت میں چلے اور جس شخص کو ایسا دیکھے کہ مدعی طریقت ہو کر شریعت کے موافق نہیں چلتا تو سمجھ لو کہ اس کو طریقت سے کچھ حاصل نہیں ہونے والا ہے۔

☆ اگر کسی رہبر کے بغیر چلوگے تو راستے سے بھٹک کر کنوئیں میں گر پڑو گے اگر کسی کی پیروی کروگے تو اس کے قدموں کی برکت سے بہت جلد شہنشاہ کی منزل تک پہونچ جاؤ گے

ہر طالب صادق کو لازم ہے کہ کسی شیخ صاحب تصرف کا وسیلہ اور اس کا دامن پکڑے تاکہ دست گرفتگی کی بدولت منزلِ مقصود تک پہونچے۔

جو شخص کسی صاحب ولایت کی پناہ دولت میں آجاتا ہے وہ ان منزلوں کو آسانی سے طے کرلیتا ہے کیونکہ مشائخین وبزرگانِ دین، علمائے سلف رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کا اتفاق ہے کہ بغیر پیرپختہ کے کوئی شخص اللہ تعالیٰ تک نہیں پہونچ سکتا مگر شاذ ونادر۔

جو شخص راہ طریقت میں آنا چاہئے اور دردِ طلب اس کا دامن پکڑے تو اس

کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنا ایک پیر بنالے مگر پیر ایسا ہو کہ پیروں اور مشائخوں کے نزدیک مشار" الیہ اور ممتاز ہو ہرگز ہرگز ابتدائے ریاضت و مشاغل میں کوئی مرید کسی مقام کا طالب نہ ہو اور اس کو نہ دیکھے کہ کشف و کرامات ہم سے کیوں سرزد نہیں ہوتی اور فلاں فلاں مقصد میں جو مشکلات واقع ہیں وہ کیوں حل نہیں ہوتی یا یہ نہ سمجھے کہ ہم کو یہ حاصل ہوا بلکہ ہر حال میں پیر مشفق کی طرف رجوع کرے اور اپنے خیالات فاسد کو کنارے کردیا کرے محصیت سے اپنے خالف، طاعت سے اپنی شرمندہ رہنا چاہئے۔

اگر پیر موجود ہے تو خود سے کسی وظیفہ کو اختیار کرنے کا حق مرید کو حاصل نہیں مرید جب تک صفات بشریت سے نہیں نکلتا عالم توحید میں نہیں پہونچتا مرید کو چاہئے کہ ان تمام چیزوں سے جو پیدائش کے زمرہ میں ہیں بالکل برہنہ ہوجائے تاکہ ایمان کا حسن اس پر ظاہر ہو لیکن تم تو اپنی ہی ہستی کے عاشق اور فریفتہ نامی ہو بھلا تم یہ توفیق کہاں کہ سرداری اور برتری کی ٹوپی سر سے اتار سکو اور نیک نامی اور شہرت کو برائی اور بدنامی سے بدل سکو اور سلامتی کو ملامت کے ہاتھ بیچ ڈالو تم روزآنہ مدرسہ سے خراماں اتے ہو اور عبادت خانوں میں جاتے ہو تاکہ برتری اور سربلندی کی ٹوپی پہنو اور یار سائی کے دربار میں تمہارے علم اور مرتبہ کو بلندی حاصل ہو زبان دراز ہوتی ہے تاکہ گفتگو اور ڈنیگ مارنے کا میداں اور کشادہ ہوجائے اس کا مقصد یہی تو ہے کہ تمہاری زبان درازی کیدھاگ لوگوں کے دلوں پر بیٹھ جائے اور تم عوام پر اپنے سلم کی فضیلت ثابت کرو خواص پر اپنی تعرفت کا سکہ جماؤ حقیقت تو یہ ہے کہ ایسی کھوٹی پونجی کے سہارے ہم کو اور تم کو خدا کی درگاہ میں جانے کا راستہ ہرگز نہیں مل سکتا۔

جو لقمہ باز کے حلق اور معدے کیلئے پیدا کیا گیا ہے ہم چڑیوں کے حلق سے

کیسے اتر سکتا ہے جو کپڑے دولت مندوں اور اقبال والوں کے لئے بنائے گئے ہیں ہم جیسے مفلس ونادراں کے بدن پر کیوں کر ٹھیک ہو سکتے ہیں۔

○ باریکی سوز وگداز میں پیدا ہونی چاہئے نہ کہ گفتگو میں اگر کہیں ایسا ہوا کہ ہماری گویائی اور بحواس نے کل قیامت کے دن اپنا انصاف چاہا تو ہمارے ساتھ وہی کیا جائگا جو فرعون، نمرود، ابو جہل اور ابو لہب کے ساتھ کیا گیا۔

○ جہاں تک تم سے ہو سکے مالک بننے کا دعویٰ نہ کرو تم سے دوکان نہیں چھینتے اور اس کی پونجی کے متعلق کوئی جھگڑا اور دشمنی نہیں ہے مگر اپنے کو بھولو نہیں بڑھ چڑھ کر اپنانام نہ لیا کرو کبھی نہ کہو ہم ایسے اور ویسے ہیں اس دعوے کو وہی نتیجہ ہوگا جو فرعون کے ساتھ ہوا۔

○ وہ مرید جس کی ہمت پست اور ناقص ہے اس کا کہیں ٹھکانا نہیں جس مرید کی ہمت کا گھوڑا بہشت سے اگے نہیں بڑھتا وہ اس راہ کا مرد میدان نہیں ہے۔

○ اونچی ہمت والا مرید پہلا قدم جو رکھتا ہے وہ زمین پر نہیں بلکہ اپنی جان پر اور تلوار کا پہلا وار جو کرتا ہے اپنی ہی جان پر کرتا ہے کسی کافر پر نہیں تاکہ نفس کو زیر کر سکیں۔

○ مرید کو دن رات اسی کی فکر ہونی چاہئے کہ رسم وعادت کو کس طرح چھوڑے تاکہ نیت درست ہو جائے اور اس کے اعمال وافعال رسم وعادت اس وقت جدا ہوں گے جب کسی شیخ کے جوتوں کی خدمت کریگا اور جو کچھ بھی کرے کسی بزرگ کے حکم سے کرے۔

○ مرید میں زمین کی صفت ہونا چاہئے تاکہ پیر اسمان بن کر کبھی اس پر پانی برسائے کبھی آفتاب کی گرمی پہونچائے کبھی ابر کے سایہ میں رکھے کبھی اس کے الطاف کی خوشبودار ہوا اس پر چلتی رہے تاکہ اس کی کھیتی پختہ ہو کر اسے مال دار بنا دے۔

o جو خوش قسمت صاحب دولت یعنی اقبال مند ہے اس کے لئے سب سامان مہیا ہو جاتے ہیں اور اگر بد بخت مادر زاد ہے تو دنیا میں کوئی طاقت اس کو کسی مرتبہ پر نہیں پہونچا سکتی

o مرید جب تک صفات بشریت سے نہیں نکلتا عالم توحید میں نہیں پہونچ سکتا۔

o مرید کے مرتبوں میں سے پہلا مرتبہ شریعت ہے۔

o خبر دار شریعت کی حد سے آگے نہ بڑھنا یہ ایک بڑی اچھی سواری ہے اور خدا کی امانت کا بوجھ سنبھالنے کے قابل ہے خدا کے عہدو پیمان کا یار اس کے سوا اور کوئی نہیں کھینچ سکتا اور اس کے سوائے عبودیت کے مقام تک کسی اور کے پہونچنے کی امید نہیں کی جا سکتی اس کی ایذ رسانی کا خیال۔

علم کے بیان میں

o عبادت کیلئے علم ضروری ہے۔ علم قطب ہے اور دارومدار اسی پر ہے۔

o علم اور عبادت ایسے دو جوہر ہیں کہ مصنفوں کی تصنیف، معلموں کی تعلیم، ناصحوں کی نصیحت سے جو کچھ دیکھتے سنتے ہو سب انھیں کی بدولت ہے۔

o یقین جانو کہ علم و عبادت کے دائرے سے جو کام باہر ہے وہ باطل ہے۔ اس کام سے کچھ پھل ملنے والا نہیں اور اس کھیتی سے کچھ حاصل ہونے کی امید نہیں۔

o پہلے علم حاصل کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ اصل رہنما علم ہی ہے۔

o اگر کوئی بے علم حق سبحانہ، تعالیٰ کی عبادت بمقابلہ ملائکہ ہفت آسمان و زمین کرے جب بھی وہ برے کا برا رہے گا کوئی خوبی اس میں نہ آئے گی۔

o جو علم تم کو تمہاری ہی طرف دوڑائے وہ علم در حقیقت تمہاری ہی آنکھوں پر پردہ ڈالتا ہے۔ اور جو علم تم کو خدا کی طرف لائے وہی حقیقت اور معرفت کا علم ہے۔

o وہ علما جو اپنی عقل و سمجھ کے دائرے میں مقید ہیں ان کا علم محسوس اور ظاہری چیزوں کے ذریعہ حاصل ہوا ہے۔ جو کوئی محسوسات کی حدود میں گھر کر رہ گیا ہے محجوب ہو گیا ہے اور غیبی فاعدوں سے محروم رہ گیا ہے۔

o جو کوئی اپنے علم میں مغرور رہا اور اس سے ذرا بھی نہ کھسکا اس سے الجھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ اپنے حرفوں کے حجاب میں مبتلا ہے۔

o علم کا کام یہ ہے کہ اختیارات اور خواہش نفسانی کی طرف تم کو بھٹکنے نہ دے اور تم کو خدا کا راستہ دیکھائے اور راہبر بنے۔

o وہ علم جو شہوات نفسانی اور خو اہشات نفسانی کی طرف تم کو لے جائے اور ظالموں اور گمراہوں کے پاس پہونچانے کا ذریعہ ہو اس کا نام علم نہیں ہے بلکہ وہ گمراہوں کا جال ہے۔

o علم وہ جو تم کو صدارت کی مسند سے اٹھا کر پائنتی میں بٹھا دے اور گفتگو کرنے سے زبان گونگی کر دے اور تم کو لڑائی جھگڑوں سے چھڑا دے۔

o علم وہ ہے جو تمہاری ذلت و رسوائی کا آئینہ لا کر تمہارے سامنے رکھ دے۔

o علم خدا کی خشیت کے صدف کا موتی ہے۔ جب کہ خشیت کے سیپ میں تم کو موتی نہ ملے تو سمجھ لو کہ اس کے سینے کے دریامیں علم کا گوہر نہیں۔ اور خشیت کے یہ معنی ہیں کہ اپنے نفس کی خواہش پر نہ چلے۔

o دن رات علم حاصل کرو۔ چین و آرام، کھانا پینااور سونے کو کنارے کرو جس طرح نماز کی لئے پاک و صاف رہنے اور طہارت کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح ریاضت و مجاہدہ کے لئے علم کی حاجت ہے۔

o کوئی معاملہ اور ریاضت بغیر علم کے ممکن نہیں۔ جس طرح کوئی نماز بغیر طہارت کے نہیں ہو سکتی۔

○ اگر کوئی شخص بغیر علم حاصل کے ریاضت اور مجاہدہ کرے گا تو اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی شخص نے برسوں بغیر وضو کے نماز پڑھی ہو۔ یا کوئی کافر قرآن کی تلاوت کرے۔

○ علم ساری نیک بختیوں کی جڑ ہے۔ جس طرح جہالت بد نصیبی کی اصل ہے نجات کے ذرائع علم کی بدولت پیدا ہوتے ہیں اور ساری ہلاکتیں جہالت کے سبب آتی ہیں۔

○ فردوس کے مدراج اور قدسیوں کی کرامتیں علم ہی کی بدولت ملتی ہیں اور جہنم کے قعراور سخت ترعذابوں میں جہالت کی وجہ سے پڑتے ہیں۔

○ علم کواطاعت کا رہنما اور جہالت کو معصیت کی بنیاد قرار دیا۔

○ ایمان و طاعت علم سے پیدا ہوئے اور کفر و معصیت جہالت سے۔

○ جس طرح علم سے کفر اور معصیت ممکن نہیں اسی طرح جہالت سے ایمان و طاعت محال ہے۔

○ یاد رکھو نیک بختوں کے تمام دروازے معرفت کی حق میں علم ہی پہچانے جا سکتے ہیں۔

○ جب تک انسان اپنی جہالت کے بیاں سے باہر نہیں نکلتا اور علم سے سبزہ زار میں قدم نہیں رکھتا ایمان کی سعادتیں اس میں ظاہر نہیں ہوتیں۔

جہالت

○ کفر وہ جہل یہ دونوں روح کے لئے سراسر زہر ہیں۔ ان کا تریاق اگر ہے تو علم و معرفت ہے۔

○ جس بے علم نے شریعت ہی کو نہیں سمجھا ہے وہ طریقت کو کیا پہچانے گا۔ اور

جب طریقت ہی سے شناسائی نہیں ہے تو حقیقت تک کیونکر رسائی ہو سکتی ہے اس لئے ۔بے علم و معرفت اور ناواقف شریعت کو اس راہ میں چلنے کی اجازت نہیں۔ اگر اپنی خودرائی سے کوئی ایسا کرے گا تو بھٹک کر رہ جائیگا۔ اور اسی چکر میں اس کی جان بھی چلی جائے گی۔

- اگر بغرض محال جاہلانہ مجاہدہ و ریاضت سے کچھ نظر آگیا تو اتنا غرور پیدا ہوگا اور جہالتبڑھے گی اور شیطان کے پھندے میں پھنسا رہے گا۔
- اس بات کا یقین کامل کر لو کہ اللہ تعالیٰ کسی جاہل کو ولی نہیں بناتا۔
- حقیقت یہ ہے کہ جہالت سے بڑھ کر کوئی چیز ذلیل نہیں۔ یہ ساری ذلتوں کی جڑ ہے۔
- مومن کو جس طرح ہو کفر و ضلالت سے دور رہنا چاہیے۔ اسی طرح جاہلوں اور جہالت سے بھاگنا ضروری ہے۔

(۱) حضرت مولانا مظفّر بلخی

۸۰۳-۷۸۲ھ ۱۴۰۱- ۱۳۸۰ھ

آپ حضرت مخدوم جہاں کے پہلے سجادہ نشیں ہوئے اور تقریباً ۲۱ برسوں تک اس مسند سجادگی پر فائز رہ کر حضرت مخدوم جہاں کی تعلیمات کے فروغ میں مصروف رہے۔

آپ کا مادر وطن بلخ تھا۔ جو کہ غیر منقسم سویت روس کا ایک حصہ تھا۔ آپ کے والد بزرگوار شیخ شمس الدین بلخی اپنے وطن کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے بلکہ تخت و تاج کو ٹھکرا کر پورا خاندان ہندوستان آگیا تھا اور یہاں کسی پر وقار عہدہ پر فائز رہ کر پیر کی تلاش و جستجو میں سرگرداں رہے۔ بہار کے عظیم صوفیوں

اور سنتوں کا تذکرہ سن کر بہار شریف آگئے اور حضرت مخدوم احمد چرم پوش رحمتہ اللہ علیہ سے مرید ہو کر یہیں رہ گئے۔ آپ کے بعد آپ کا خاندان بھی بہار شریف آگیا اپنے خاندان کے ساتھ حضرت مولانا مظفر بلخی بھی بہار شریف تشریف لائے۔ آپ ایک نہایت ذہین طالب علم تھے اور آپ کے اندر غیر معمولی لیاقت پوشیدہ تھی کسی بھی موضوع پر بحث، مباحثہ کرنے اور کسی بات کو بغیر ثبوت اور دلیل کے تسلیم نہ کرنے کی خوبیاں موجود تھیں اسلئے آپ کو اپنے باصلاحیت استاد کی جستجو تھی جو اس کسوٹی پر کھرا اُترے۔

اپنے والد محترم کے پیر و مرشد حضرت مخدوم چرم پوشؒ کے پاس دل نہیں لگا تو آپ حضرت مخدوم جہاں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ پیچیدہ علمی معاملات ان کے سامنے پیش کئے حضرت مخدوم جہاں نے بڑے اطمنان اور غور سے ان کے تمام اُلجھے ہوئے علمی سوالات کو سنا اور پھرت جواب دینا شروع کیا اور مولانا مظفر بلخی ہر جواب یہ کہہ کر کاٹتے گئے کہ مجھے یہ تسلیم نہیں۔ لیکن حضرت مخدوم جہاں نہایت صبر و تحمل کے ساتھ جواب دیتے گئے۔ آخر میں مولانا مظفر نے حضرت مخدوم جہاںؒ کی علمی لیاقت اور پر کشش استادانہ صلاحیت کے آگے سرنگوں ہوگئے اور تمام بحث و مباحثہ کو ترک کر کے اپنی شاگردی میں لینے کی حضرت مخدوم جہاں سے التجا کرنے لگے۔ حضرت مخدوم جہاں کی نظر مولانا مظفر کے روشن مستقبل کی طرف تھی مسکرائے اور پھر مرید کرلیا اور پھر فرمایا کہ پیارے تم جس راہ میں مرے ساتھ چلنا چاہتے ہو اس راہ میں علم نہایت ضروری ہے۔ تم نے اب تک جو تعلیم حاصل کی ہے اس کا مقصد عہدہ اور شان و شوکت حاصل کرنا ہے اسلئے وہ تعلیم تمہیں کوئی خاص فائدہ نہیں پہونچا سکے گی۔ اب تم صرف اللہ تعالیٰ کیلئے تعلیم حاصل کرنا اپنا نصب العین بناؤ اور تحقیق میں لگ جاؤ تب جو بھی تعلیم حاصل ہوگی وہ

اس راہ میں کافی معاون و مددگار ثابت ہوگی۔

آپ ایک بار پھر دلی گئے اور تقریباً۲ برسوں تک دنیاوی امور اور تمام خواہشات کو ترک کر کے مطالعہ اور تحقیق میں غرق ہو کر اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئے اور کچھ دنوں تک وہاں فروز شاہ تغلق کے ذریعہ قائم شدہ مدرسے میں بحیثیت پرنسپل بھی رہے۔ پھر پیرو مرشد کی یاد نے اتنا ستایا کہ بہار شریف آگئے۔ اور مخدوم جہاں کی خدمت میں رہنے لگے۔ حضرت مخدوم جہاں نے انہیں خانقاہ معظمہ کے لنگر خانے کا انتظام ان کے سپرد کیا اور رفتہ رفتہ آپ حضرت مخدوم جہاں کے زیر سایہ رہ کر آپ عبادت و ریاضت کی تکمیل کر کے اپنے پیرو مرشد کے سب سے چہیتے مُرید ہوگئے۔ خود حضرت مخدوم جہاں آپ کا کافی احترام کرتے اور بے انتہا رحم و کرم اور شفقت کی نگاہ ان پر رکھتے۔

حضرت مولانا مظفر بلخیؒ بھی حضرت مخدوم جہاں کا ایسا احترام اور ان سے ایسی محبت کرتے جو ایک مثال بن گئی۔ یہاں تک کہ حضرت مخدوم جہاں جیسے پیر اور مولانا مظفر جیسے مرید کی مثال دی جانے لگی۔ آپ نے حضرت مخدوم کی طرح ہی اپنے مکتوبات کے ذریعہ علم کو فروغ دینے کا کام شروع کیا۔ بڑے بڑے افسران، راجے مہاراجے آپ کے بھکتوں میں تھے۔ صوفیوں سنتوں کے مجلسوں میں آپ کی تعلیمات کا تذکرہ ہوتا تھا۔ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی سے آپ کو انتہائی قربت تھی۔ ان تک حضرت مخدوم جہاں کے مکتوبات کا مجموعہ مطالعہ کیلئے آپ کے ہی توسط سے پہونچا۔ بنگالی کا خودمختار حکمراں سلطان غیاث الدین بھی آپ کا بھگت تھا اور آپ کی خدمت میں بڑے احترام کے ساتھ خط لکھتا تھا اور آپ بھی خطوط کا جواب دیتے رہتے تھے۔ حضرت مولانا مظفر بلخیؒ کے کل ۱۸۱ خطوط حاصل کئے گئے ہیں۔ تمام خطوط اعلیٰ معیار کے ہیں۔ مجھے سلطان غیاث الدین کے بھی کچھ اہم خطوط

حاصل ہوئے ہیں جو مولانا مظفرؒ کے نام ہیں۔ خطوط کے علاوہ آپ کی مندرجہ ذیل تخلیقات سے بھی ملتی ہیں۔

(۱) شاعری کا مجموعہ (دیوان) مطبوعہ

(۲) شرح عقائد نصفی کی تشریم

(۳) رسالہ مظفریہ در ہدایت دُرویشی

(۴) مشارق الانوار کا فارسی ترجمہ

آپ ۳ تاریخ ماہ رمضان المبارک ۸۰۳ھ کو عدن میں وصال کیا اور بیت العدن میں مدفون ہوئے۔ اس وقت آپ کے پیارے بھتیجے، شاگرد اور خلیفہ حضرت مخدوم حسین نوشئہ توحید بلخی آپ کے ساتھ تھے انہیں اپنے بعد مخدوم جہاں کا دوسرا سجادہ نشیں نامزد فرما کر ہندوستان جانے کی ہدایت کی تھی۔ آپ کے اہم خلفاء مندرجہ ذیل ہوئے ہیں۔

(۱) مخدوم حسین نوشئہ توحید بلخیؒ

(۲) مولانا قمر الدین بلخی (چھوٹے بھائی)

(۳) حضرت جمال اولیا (اودھی)

(۲) حضرت مخدوم حسین بن معز نوشئه توحید بلخی

۸۰۳- ۸۴۴ھ مطابق ۱۴۰۱- ۱۴۴۱ء

آپ حضرت مولان مظفر بلخیؒ کے سگے بھتیجے، معزز شاگرد اور خلیفہ اور حضرت شیخ معزز الدین بلخی کے صاجزادے اور حضرت شمس بلخی کے پوتے تھے۔ آپ کی پیدائش ظفر آباد (جونپور سے مشرق میں ۴ میل کے فاصلے پر واقعی مقیم ایک تاریخی شہر) میں ہوئی۔ حضرت مخدوم جہاں نے آپ کی ولادت کی خبر ملنے سے پہلے ہی حضرت مولانا مظفر بلخی کو اس کی اطلاع دی اور اپنی طرف سے نیک خواہشات کا

اظہار کیا تو حضرت مولانا مظفر بلخی کو کافی حیرت ہوئی لیکن جب مولانا معزکے خط موصول ہوئے تو اس پیشگی اطلاع کی تصدیق ہوگئی۔ حضرت مخدوم جہاں نے آپ کے لئے اپنا ایک متبرک کپڑا اس لئے عطا کیا کہ اس سے نوزائدہ بچے کا لباس بنایا جائے اور اپنے ایک ایک رومال سے بچہ کیلئے ایک ٹوپی بھی سلواکر بھیجی جو کہ چھٹی کے دن مخدوم حسین کو پہنائی گئی۔ اس مقدس ٹوپی میں حیرت انگیز خوبی یہ تھی کہ حضرت مخدوم حسین نے اسے زندگی بھر پہنی جب سر سے اتارتے تو چھوٹی محسوس معلوم ہوتی اور جب پہن لیتے تو سر پر بالکل فٹ ہوجاتی تھی۔ حضرت مخدوم حسین کا وصال ہوا تو آپ کے مریدین اور معتقدین اور شاگرد نے کہا کہ اس مقدس ٹوپی کو آپ کے سینے پر رکھ دیا جائے۔ یا اسے جس طرح زندگی میں پہنا کرتے تھے اسی طرح پہنادیا جائے۔ حضرت مخدوم حسین کے ایک پیارے شاگرد رشید حضرت سید میر کوتوال نے اپنے ہاتھوں سے اس ٹوپی کو سر پر پہنائی تو اس وقت بھی وہ ٹھیک ہوگئی۔

ایک بار حضرت مخدوم جہاں کو مولانا مظفر وضو کرا رہے تھے اور حضرت مخدوم جہاں نے اپنی دستار مبارک کو اتار کر جائے نماز پر رکھا۔ مخدوم حسین بچے تھے کھیلتے ہوئے گئے اور اس دستار مبارک اپنے سر پر رکھ کر جائے نماز پر کھڑے ہوگئے اور نماز پڑھنے کا انداز اختیار کرلیا۔ جب مولانا مظفر نے دیکھا تو انہوں نے آپ کو ایسے کھیل سے روکنا ور منع کرنا چاہا تو حضرت مخدوم جہاں نے انہیں دیکھ کر فرمایا کہ مولانا مظفر کیوں روکتے ہو وہ اپنے مقام کو پہچانتا ہے۔ اس طرح حضرت مخدوم جہاں نے آپ کے بچپن میں ہی آپ کو اپنے جانشیں ہونے کی پیشگوئی کردی تھی۔

ایک دن حضرت مخدوم جہاں نے فرمایا کہ "مولانا مظفر ہم اور تم محنت

کرتے ہیں لیکن اس کا پھل پیارے حسین کو حاصل ہوگا۔"

ایک بار حضرت مخدوم جہاں نے فرمایا کہ "میں نے تندور کو گرم کیا اور مظفر نے روٹی پکائی اور کھائیں گے پیارے حسین۔"

حضرت مخدوم حسین کو بچپن سے ہی حضرت مخدوم جہاں کی صحبت حاصل رہی پھر حضرت مخدوم جہاں سے ہی مرید ہونے کا بھی شرف حاصل ہوا اور حضرت مخدوم جہاں کے عملی زندگی ان پر اتنا گہرا اثر تھا کہ وہ حضرت مخدوم جہاں کی زندہ جاوید تصویر تھے۔ آپ نے تصوف کی ایک نادر کتاب "عوارف المعارف" کے آدھے حصے کی تعلیم حضرت مخدوم جہاں سے حاصل کی تھی۔ مگر آگے کی تعلیم کیلئے حضرت مخدوم جہاں نے فرمایا کہ میرا آخری وقت نزدیک ہے لیکن تم فکر نہ کرو شیخ بدیع الدین شاہ مدار کی اس ملک میں آمد ہونے والی ہے تم اس کتاب کا بقیہ حصہ ان کی خدمت میں جاکر مکمل کر لینا۔

جب شیخ مدار ہندوستان تشریف لائے اور جونپور (یوپی) پہونچے تو مخدوم حسین ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے آپ پر نظر کرم کیا اور انہوں نے ہی آپ کو سمندرِ توحید کی سند سے نوازہ اور مذکورہ کتاب کا بقیہ حصہ کی تعلیم مکمل کی اور اپنی جانب سے آپ کو خلافت بھی عطا کیا۔

آپ کی تعلیم و تربیت حضرت مخدوم جہاں کی ہدایت کے مطابق حضرت مولانا مظفر بلخی کے زیر نگرانی ہوئی۔ حضرت مولانا مظفر بلخیؒ نے آپ کی تعلیم و تربیت میں کوئی کثر نہیں چھوڑی ساتھ ہی اتنا عزیز رکھتے کہ کسی کو یہ احساس نہیں ہوتا کہ یہ آپ کے بھتیجے ہیں یا صاحبزادے۔

حضرت مولانا مظفر بلخی جب عرب گئے تو مخدوم حسین کو بھی ساتھ لے گئے۔ چار برسوں تک مقدس شہر مکہ میں رہ کر مخدوم حسین نے مشہور استاد شیخ شمس

الدین خوارزمی سے قرآن پاک کی تعلیم حاصل کی اور کعبہ شریف میں ٹھیک سامنے مقام ابراہیم میں قرآن مجید کی ساتوں قرآت کی تعلیم ماہر قاری شیخ شمس الدین حلوائی سے حاصل کی۔ اس کے بعد حضرت نبی کریم ﷺ کی حدیث مقدسہ صحیح مسلم اور بخاری شریف کی شروع سے آخر تک حروف بہ حروف تعلیم اپنے چچا حضرت مولانا مظفر بلخی سے حاصل کی۔ مکۃ مکرمہ میں دوسرے اساتذہ سے بھی مستفیض ہو کر خود بھی تعلیمی دنیامیں مشہور ہوگئے اور مولانا مظفر بلخی نے اپنی طرف سے دسرووں کی راہنمائی کیلئے ذمہ داریاں سپرد کرتے ہوئے خلافت بھی عطا کردی۔

مولانا مظفر بلخی کے وصال کے وقت آپ ان کے ساتھ عدن میں ہی تھے اور ان کے وصال کے بعد ہدایت کے مطابق بہار شریف واپس ہوگئے اور حضرت مخدوم جہاں کے دوسرے سجادہ نشیں کی حیثیت سے مسند سجادگی پر فائز ہوئے اور تقریباً ۴۱ برسوں تک مخدوم جہاں کی گدی کی زینت میں اضافہ کرتے رہے۔

حضرت مخدوم حسین نوشۂ توحید بلخی ایک عظیم اور معروف صوفی گذرے ہیں۔ آپ کے پوتے شیخ احمد کا قول ہے کہ حضرت مخدوم حسین کے جیسا با اثر، بارعب کوئی دوسرا صوفی نظر نہیں آیا۔ آپ کی عظمت اور نورانیت کے سبب سامنے سے آپ کے چہرہ انور کو دیکھنے کی ہمت نہ ہوتی تھی جب آپ کسی طرف دیکھتے یا اپنے سر کو جھکائے رکھتے تو اچھی طرح دیدار کرنے کا موقع فراہم ہوتا تھا۔

حضرت مخدوم حسین فرماتے تھے کہ لوگ مجھکو سمجھتے ہیں کہ میں دیواروں کے اندر بیٹھا ہوں لیکن سارا جہاں میرے نزدیک ایک پیالے پانی کے برابر ہے کہ جو کچھ دوسرے کے اندر ہے مجھے واضح معلوم ہوتا ہے

حضرت مخدوم حسین نے مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران ایک درود کا نذرانہ پیش کیا جوکہ اس طرح ہے "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ عَدَدَ خَلْقِكَ

و رضاء نَفْسِكَ وَ زِنَتَ عرشِكَ و مِدادَ كَلِمَاتِكَ"

اس درود کی تخلیق کے بعد آپ کے استاد اور چچا حضرت مولانا مظفر بلخی نے نصف شب کو خواب میں حضرت نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ فرما رہے ہیں کہ "مظفر اس رات کو تمہارے بھتیجے نے ایسا تحفہ پیش کیا ہے کہ آج تک کسی نے ایسا تحفہ بہت کم ارسال کیا ہے" اور یہ بھی فرمایا کہ پہلے میرے صرف ایک حسین میرے محبوب تھے یعنی حسین ابن علی اب دو حسین میرے چہیتے ہوگئے یعنی حسین ابن معز (تمہارے بھتیجے)۔

مولانا مظفر بلخی کی آنکھیں کھلی تو اسی وقت شیخ حسین کمرے کے دروازے پر گئے دروازہ کھٹکھٹایا پھر خود پہلے سلام کیا اور بڑے ادب و احترام کے ساتھ اپنی خواب کے بارے میں سنایا تو مخدوم حسین نے انہیں درود کے تخلیق کے بارے میں بتایا ان دنوں جو لوگ کعبہ شریف کی زیارت کی غرض سے آئے ہوئے تھے ان میں تقریباً ۳۰ یا چالیس ولی اور صوفی تھے۔ ان تمام لوگوں نے رات کو خواب میں حضور ﷺ کے دیدار کا شرف حاصل کیا اور سبھوں کو یہ ہدایت ملی کہ شیخ مظفر کے بھتیجے نے درود کا نذرانہ پیش کیا ہے اس کو تم لوگ بھی زبانی یاد کر لو صبح ہوئی تو ہر ایک حضرت مولانا مظفر کے پاس آئے اور اپنے اپنے خواب سنائے اور درود سن کر یاد کیا اور جہاں سے آئے تھے اس مقدس درود کو لیکر واپس ہوگئے۔

حضرت مخدوم حسین کی خدمت میں جو بھی آتا امیر ہو یا غریب کسی بھی مذہب و ملت کا ہو آپ اس کی ضرورت کے مطابق کچھ دیکر رخصت کرتے۔ خالی ہاتھ کوئی کم ہی واپس ہوتا۔

حضرت مخدوم حسین کے دور میں خانقاہ معظم کا عجیب دلکش منظر تھا یہ بہ یک وقت ۳۰ یا ۴۰ صوفی سنت ولی کامل خانقاہ معظم میں ایسے رہتے تھے جو کہ اکثریا

ہروقت ذکر و اشغال ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہے۔ تھے۔ آپ کے دور میں اعلیٰ درجے کے قوال ۶۰ اور ۷۰ کی تعداد میں یکجا ہوکر گاتے تھے اور جہاں تک نظر جاتی تھی بڑے بڑے صوفیا کرام، اعلیٰ افسران۔ شاہی خاندان کے نمائندے اور شہر کی معزز ہستیوں کی بھیڑ ہوتی کثیر مجمع ہوتا تھا۔

حضرت مخدوم حسین کو عربی و فارسی زبان پر عبور حاصل تھا اور حدیث کے مطالعہ سے خصوصی دلچسپی تھی۔ ہندوستان میں حدیث کی تعلیم اور اس کو عام کرنے میں آپ کا ناقابل فراموش کارنامہ رہا ہے۔

آپ کے مریدوں اور شاگردوں کی تعداد بھی کثیر تھی ملک اور بیرون ملک میں آپ کے مریدیں پھیلے ہوئے تھے۔ اپنے بھی حضرت مخدوم جہاں کی ہی طرح مکتوبات کے ذریعہ تعلیم کی روشنی دور دور تک پہونچائی آپ کے خطوط کا اسلوب اور طرز حضرت مخدوم جہاں کے طرز تحریر اور اسلوب سے کافی ملتی جلتی ہے۔ آپ کے خطوط میں حضرت مخدوم جہاں کی چھاپ واضح طور پر عیاں ہے۔ آپ کے ۲۰۰ خطوط کا ایک مجموعہ گذشتہ سال میں نے حیدر آباد کے آصفیہ لائبریری سے تلاش کرنکالا ہے۔ جس میں اعلیٰ درجہ کے صوفی اور مذہب اسلام کے اصولوں کا میلان ہے۔ ڈاکٹر سید شاہ علی ارشد شرفی صاحب (گلزار ابراہیم محلّہ بھینساسور، بہار شریف) ان خطوط کے اردو ترجمہ میں مصروف ہیں اور جلد ہی مکتبۂ شرف کے زیر اہتمام وہ کتاب بھی مکتوبات حسین کے نام سے شائع ہوگی جو مرید معتقدین کیلئے سود مند ثابت ہوگی۔

آپ کے وصال کا وقت نزدیک آیا تو آپ کے صاحبزادے، شاگرد، مرید اور جانشیں حضرت مخدوم حسن دائم جشن بلخی نے نہایت مایوسی کے ساتھ التجا کی کہ مجھے مذہبی یا دنیاوی امور میں کوئی ضرورت ہوتی تو اس کی تکمیل آپ کی خدمت میں

حاضر ہو جاتا تھا اب آپ ہم سے جدا ہو رہے ہیں تو ہمارا کیا ہو گا۔ آپ نے فرمایا۔ ''کیوں فکر مند ہو۔ اللہ پاک کے ولیوں کو جو حقوق اور طاقت اس جہاں میں حاصل ہیں وہ اس جہاں میں جاکر دوگنی ہو جاتی ہے، کیونکہ اس دنیا میں روح بند ہوتی ہے۔ وہ فوراً مشرق سے مغرب کا سفر طے نہیں کر سکتی لیکن جب جسم سے علحدہ ہوئی تو پلک جھپکتے آ جا سکتی ہے۔ اور پل بھر میں ایک جہان کا کام کر سکتی ہے۔ اس لئے تمہیں کوئی ضرورت ہو تو میری طرف دھیان کرنا اور حضرت مخدوم جہاں سے بِنتی کرنا، اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوئی تو تمہاری ضرورت یقیناً پوری ہو جائے گی'' آج بھی یہ اصول کار گر ہے۔

حضرت مخدوم حسین کا وصال ۲۴ ذالحجہ ۸۴۴ھ مطابق ۱۴۴۱ء کو ہوا۔ اور بڑی درگاہ بہار شریف کے پچھّم طرف کچھ فاصلے پر محلّہ پہاڑ پورہ میں آپ کی درگاہ ہے۔

آپ کے مشہور خلفاء مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) حضرت حسن دائم جشن بلخی (صاحب زادے)

(۲) حضرت شیخ سلیمان بلخی (" " ")

(۳) حضرت شیخ موسیٰ بنارسی

(۴) حضرت قطب الدین بنائے دل جونپوری

(۵) حضرت سیف الدین بلخی

(۶) حضرت بہرام بہاری

(۷) حضرت علم منیری

آپ کی تخلیق کردہ کتابیں مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) حضرات خمس (عربی)

(۲) رسالہ قضا و قدر

(۳) رسالہ توحید افضل خواص

(۴) رسالہ دربیاں ہشت چیز

(۵) رسالہ توحید خاص

(۶) اوراد دہ فصلی

(۷) مکتوبات کا مجموعہ

(۸) فارسی شاعری کا مجموعہ (دیوان فارسی)

(۹) مثنوی زادالمسافرت

(۱۰) رسالہ در شمائل و خصائل نبوی ﷺ

(۱۱) مثنوی چہار درویش

آپ کے ملفوظ کو آپ کے ایک چہیتے مرید قاضی نعمت اللہ نے جمع کیا اور اس کا نام "گنج لایخفی" رکھا۔ یہ بھی ایک نہایت قیمتی ملفوظات ہیں۔

(۳) حضرت مخدوم حسن دائم جشن بلخی

۸۴۴-۸۵۵ھ مطابق ۱۴۴۱-۱۴۵۱ء

آپ اپنے والد بزرگوار حضرت مخدوم حسین نوشہ توحیدؒ کے بعد حضرت مخدوم جہاں کے تیسرے سجادہ نشیں ہوئے۔ اور تقریباً گیارہ برسوں تک اس عہدہ پر جلوہ افروز رہے۔

آپ کی تعلیم و تربیت اپنے والد سے ہی ہوئی۔ آپ بھی اپنے وقت کے ولی کامل عظیم صوفی ہوئے ہیں۔ آپ کے اندر خیر خیرات کرنے کی صفت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ گھر میں کچھ رکھنا آپ کو پسند نہ تھا۔ یہاں تک کہ حضرت مخدوم

حسین نے ایک بار ان کے اس طریقہ کار کے بارے میں فرمایا کہ

"پیارے حسن کو اگر گھر بھر دھن دولت مل جائے۔ پھر بھی یہ کچھ ہی دنوں میں اسے بانٹ کر اطمینان کر لیں گے بلکہ اگر پائیں تو ہمیں بھی کسی کو دے دیں"

آپ نے اپنے والد بزرگوار حضرت مخدوم حسین کی عربی کتاب "حضرات خمس" کا فارسی زبان میں تشریح کا اہم کارنامہ انجام دیا ہے۔ آپ نے حضرت مخدوم حسین کے مکتوبات کو بھی یکجا کرنے کا کام انجام دیا۔

آپ کے صاحب زادے حضرت مخدوم احمد لنگر دریا بلخیؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ان کی والدہ محترمہ کافی بیمار ہوئیں اور روز بروز ان کا مرض بڑھتا ہی گیا اور ان کے شفا کی کوئی امید نہیں رہی ادھر کئی دنوں سے آپ کے والد محترم حضرت مخدوم حسن دائم جشن بلخیؒ پہاڑی پر تھے۔ جب وہ گھر لوٹے تو اپنی اہلیہ کے چاروں طرف اپنے بچوں کو روتے ہوئے دیکھا تو کافی پریشان ہوئے اور بولے کہ میں ان بچوں کو بغیر ماں کے نہیں دیکھ سکتا پھر میرا ہاتھ پکڑا اور پہاڑ پورہ مخدوم حسین کی درگاہ پر حاضر ہوئے اور حضرت مخدوم حسین کے قدموں پر سرنگوں ہوگئے۔ تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھایا اپنے ہاتھوں سے وہاں جس مقام پر آج ان کی مزار اقدس ہے ایک نشان لگا دیا۔ پھر اسی جگہ آپ کو بے ہوشی طاری ہوگئی یہاں تک کہ آپ خود چل کر گھر نہ آسکے ہم لوگ ڈولی میں لے کر آپ کو گھر لائے دو تین دنوں کے بعد ۲۱ ویں شعبان بروز سموار ۸۵۵ھ مطابق ۱۴۵۱ء کو وفات پائی اور اپنے بچوں کو بغیر ماں کا نہیں دیکھا آپ کی وفات کے نو دنوں کے بعد والدہ محترمہ کا وصال ہوا۔

آپ کی قبر حضرت مخدوم حسین کے قدموں میں مقیم ہے۔

آپ کی تخلیقات میں فارسی میں دو کتابیں مشہور ہیں۔

(۱) کاشف الاسرار

(۲) لطائف المعانی

(۴) حضرت مخدوم احمد لنگر دریا بلخی فردوسیؒ

۸۵۵-۸۹۱ھ مطابق ۱۴۵۱-۱۴۸۶ء

آپ اپنے والد بزرگوار کے بعد حضرت مخدوم جہاں کے چوتھے سجادہ نشیں ہوئے اور تقریباً ۳۶ برسوں تک اس مقدس مسند سجادگی پر فائز رہے۔

آپ کی پیدائش رمضان المبارک ۲۷ ویں تاریخ ۸۲۶ھ میں ہوئی تھی۔ پیدائش کے بعد چالیس دنوں تک آپ کی آنکھیں بند رہیں جس کے سبب گھر والوں کو کافی تشویش تھی لیکن آپ کے دادا بزرگوار حضرت مخدوم حسین نوشۂ توحید نے لوگوں کو دلاسا دیا اور چالیس دنوں تک لگاتار چاشت کی نماز پڑھ کر اپنے منہ مبارک کو آپ کی بند آنکھوں پر ملتے رہے۔ آخر کار چالیسویں دن آنکھیں کھلیں اور آپ کو اس دنیا میں پہلا دیدار مخدوم حسین کا حاصل ہوا۔ آپ ہمیشہ اپنے دادا کی خدمت میں رہے اور ان سے ہی تعلیم حاصل کرتے رہے۔

حضرت مخدوم حسین آپ کی تعلیم و تربیت میں خصوصی دلچسپی لیتے تھے۔ اور برابر اعلیٰ اور معیاری تعلیم کے حصول کی ہدایت کرتے رہتے تھے۔ اپنی بیماری کے دوران ہی آپ کو عقائد کی مشہور کتاب "شرح عقائد نسفی" مولانا مظفر بلخی کی تحریر کردہ تشریح کے ساتھ پڑھائی اور کافی دعاؤں سے نوازہ۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ اپنے پورے خاندان کے ساتھ مکہ مکرمہ کا سفر پر تھے۔ دوران سفر سمندر میں زوردار آندھی کے سبب جہاز ڈوبنے لگا اور بچنے کے کوئی اثار نہیں تھے۔ تمام مسافروں کو اپنی موت سامنے نظر آنے لگی درایں اثنا آپ

نے اللہ تعالیٰ سے لو لگایا مراقبہ میں گئے اور دعائیں کیں کہ "اے اللہ پاک میں تیرے اس کام سے بھی متفق ہوں یقیناً تیرے اس کام میں بھی کوئی بھلائی چھپی ہوگی۔ اسی وقت آپ کی صاحب زادی بی بی فاطمہ کو غنودگی طاری ہوئی اور انہوں نے خواب میں حضرت علی کو دیکھا کہ وہ تسلی دے رہے ہیں کہ تم لوگ فکر مند نہ ہو، تمہاری جہاز محفوظ رہے گی اس کے بعد جہاز خطرہ سے باہر ہوگیا۔ اسی وجہ سے آپ "لنگر دریا" مشہور ہوئے۔

ایک دن فرید نامی ایک شخص چھوٹی سی ٹوپی لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ میری پیدائش کے بعد میرے والد نے حضرت مخدوم حسین سے میرے لئے ایک ٹوپی مانگی تھی حضرت مخدوم نے ایک بچکانہ ٹوپی عطا کی تھی جسے چھٹی کے دن پہنایا گیا تھا اب وہ ٹوپی میرے سر پر فٹ نہیں ہوتی ہے۔ بہت چھوٹی ہوگئی۔ میں نے سوچا کہ آپ سے اس کے بارے میں دریافت کروں اور دیکھوں کہ کیا ہدایت ملتی ہے۔ آپ نے وہ ٹوپی لی اور دونوں ہاتھوں سے اسے پھرانے لگے اور حضرت مخدوم جہاں کے ذریعہ حضرت مخدوم حسین کو ٹوپی ارسال کرنے کا واقعہ بیان کرنے لگے اور اسے زندگی بھر پہننے کی بات بتائی۔ جب باتیں ختم ہوئیں تو ان کو نزدیک بلایا۔ فرید قریب آئے اور سر جھکایا آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھکر ان کے سر پر رکھا تو اتنی بڑی ہوگئی کہ وہ ٹوپی ان کے بھاؤں تک پہنچی۔

آپ ۱۹ رمضان المبارک ۸۹۱ھ میں اس دار فانی سے کوچ کیا آپ کا مزار اقدس بھی بہاڑ پورہ میں مخدوم حسین کے روضۂ مبارک سے قبل قبرستان کے احاطہ میں ایک گھیرے کے اندر ہے۔

آپ کے ملفوظ "مونس القلوب" کے نام سے مشہور ہے۔ زبان فارسی میں یہ ابھی تک محفوظ ہے۔ حضرت مخدوم جہاں اور ان کے سجادگان کے سلسلے میں اس کتاب میں

مستند تذکرے ملتے ہیں۔ اس کے علاوہ فارسی شاعری کا ایک ''دیوان'' بھی آپ کی یاد گار ہے۔ آپ کے مشہور خلیفہ آپ کے صاحبزادے حضرت مخدوم ابراہیم سلطان بلخیؒ ہوئے۔

(۵) حضرت مخدوم ابراہیم سلطان بلخی فردوسی

۸۹۱ - ۹۱۴ھ مطابق ۱۴۸۶ - ۱۵۰۸ء

آپ اپنے والد محترم کے بعد حضرت مخدوم جہاں کے پانچویں سجادہ نشیں ہوئے اور تقریباً ۲۳ برسوں تک مسند سجادگی پر فائز رہے۔ آپ بھی اپنے وقت کے نہایت مشہور و معروف صوفی ولی کامل گذرے ہیں۔ آپ کے پانچ اولاد تھی (۱) حافظ بلخی (۲) محمود بلخی (۳) دُرویش بلخی (۴) شاہین بلخی (۵) دولت بلخی۔

آپ کی وفات ۱۹ ار مضان المبارک ۹۱۴ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار اقدس محلّہ گگن دیوان (بہار شریف) سے اتر جانب پٹنہ رانچی شاہرہ پر واقعی محلّہ کانٹا پر شہنشاہ کی درگاہ سے مشہور ہے۔

(۶) حضرت مخدوم حافظ بلخی فردوسی

آپ اپنے والد بزرگوار کے بعد ۹۱۴ھ میں حضرت مخدوم جہاں کے چھٹے سجادہ نشیں ہوئے آپ ایک عظیم صوفی کے خانوادوں اور خود بھی ایک بڑے صوفی تھے آپ کے وقت میں ہی حضرت مخدوم جہاں کے خانوادوں میں سے ایک صوفی حضرت مخدوم شاہ بھیکؒ بڑی درگاہ بہار شریف میں اپنی صحت و تندورستی کی بہتری کیلئے حضرت مخدوم جہاں کے روضۂ مبارک پر قیام پذیر ہوئے تو حضرت مخدوم جہاںؒ کے خانوادہ میں ہونے کے سبب آپ نے ان کا کافی احترم کیا اور خود انہیں اپنی جگہ حضرت مخدوم جہاں کی مسند سجادگی پر فائز کر کے اطمینان کا اظہار کیا۔ آپ نے

اپنے آبا و اجداد کی ہی طرح لوگوں کی تعلیم و تربیت اور خدمت خلق میں زندگی بسر کی۔

آپ کا مزار اقدس بڑی درگاہ شروع ہونے سے قبل ملنے والی سہ راہا موڑ کے نزدیک نو تعمیر شدہ حبیب خاں مارکٹ کے اندر بلخی محلے میں مقیم ہے۔ آپ کے صاحب زادے حضرت جیون بلخی کا مزار مبارک بھی آپ کے ساتھ ہے۔ حضرت جیون بلخیؒ کے خانوادے بہار شریف سے پھلواری شریف کے نزدیک موضع بیئور چلے آئے تھے اور پھر وہاں سے فتوحہ میں آکر بس گئے رائے پور ا فتوحہ (پٹنہ) میں آج تک آپ کے خانوادوں کی یادگار موجود ہے اور حضرت مولانا سید شاہ علیم الدین بلخی موجودہ سجادہ نشیں ہیں۔

(۷) حضرت مخدوم جہاں سید شاہ بھیک فردوسیؒ

حضرت مخدوم حافظ بلخیؒ کے زندگی میں ہی ان کے مقام پر مخدوم جہاں کے ساتویں سجادہ نشیں ہوئے آپ حضرت مخدوم جہاں کے صاحبزادے حضرت مخدوم ذکی الدینؒ کے اکلوتی صاحب زادی حضرت بی۔ بی بارکہ زوجہ حضرت وحید الدین چلہ کش کے خانوادے تھے۔ اسلئے حضرت مخدوم جہاں کے خانوادہ ہونے کے سبب تمام لوگ آپ کو قدر و منزلت اور نہایت ادب و احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور بہار شریف میں آپ کی آمد نے حضرت مخدوم جہاںؒ کی یادوں کو زندہ جاوید کر دیا تھا۔ آپ کی مقبولیت عام ہونے لگی ہر شخص پر آپ کی محبت کی دیوانگی طاری ہوگئی۔ درایں اثنا حضرت مخدوم جہاں کی نظر کرم معجزاتی طور پر ہوئی۔ اور بیماری میں مبتلا ہو کر اپنی شفا کیلئے درگاہ حضرت مخدوم جہاں میں حاضر ہوئے تھے اور مخدوم جہاں کے فیض نے آپ کو صحت کاملہ عطا کی تب سے آج تک آپ ہی کے خانوادوں میں نسلاً بعد نسلاً حضرت مخدوم جہاںؒ کی سجادہ نشینی چلی آرہی ہے۔ آپ کو

تصوف کی تعلیم و تربیت حضرت شاہ نصیر الدین نور شامی سے حاصل ہوئی تھی اور سلسلہ فردوسیہ میں انہیں کے مرید اور خلیفہ تھے۔ حضرت شاہ صدرالدین رضا خود حضرت مخدوم جہاںؒ کے مرید خاص اور خلیفہ حضرت مولانا نصیر الدین سنامی سے مستفیض ہوئے تھے۔

آپ حضرت مخدوم جہاںؒ کی درگاہ شریف سے انتہائی عقیدت، محبت ادب و احترام کرتے تھے اور دن رات ذکر و شغل میں مصروف رہتے تھے۔ آپ اپنی وصیت کے مطابق بڑی درگاہ میں داخل اس دروازے سے سٹے دفن ہوئے جس کی تعمیر صلاح الدین نے کی تھی۔

(۸) حضرت مخدوم جلال فردوسی

آپ اپنے والد بزرگوار حضرت مخدوم شاہ بھیک فردوسیؒ کے بعد مخدوم جہاں کے آٹھویں سجادہ نشیں ہوئے۔

آپ اپنے والد محترم کے نقش قدم پر مکمل طور سے پیروی کرتے اور آپ کا قیام بھی بڑی درگاہ پر ہی آیا صرف سالانہ عرس مبارک کے موقع پر خانقاہ معظم تشریف لاتے اور اپنی ذمہ داریاں پورا کرتے۔

آپ کا مزار اقدس بھی اپنے والد محترم اور بڑے بھائی حضرت شاہ لال کے نزدیک ہے۔

(۹) حضرت مخدوم شاہ اخوند فردوسیؒ

آپ اپنے والد بزرگوار حضرت مخدوم شاہ جلال فردوسی کے بعد حضرت مخدوم جہاں کے نویں سجادہ نشیں ہوئے اور آبا و اجداد کے نقش قدم کی پیروی کرتے رہے۔ آپ نے ثوری خانوادوں اور اونتی دونوں کا عروج دیکھا اور مغلوں کا بھی دور

حکومت دیکھا۔آپ ہی کے دور میں صندلی دروازے کی تعمیر بڑی درگاہ میں ہوئی۔

آپ اپنے والد سے مریدی کا شرف حاصل کیا اور خلافت بھی۔آپ کا مزار مبارک والد بزرگوار اور داداؒ کے مزار شریف سے پورب جانب ذرا اونچے چبوترے پر ہے۔

(۱۰)حضرت مخدوم شاہ محمدفردوسیؒ

آپ اپنے والد حضرت مخدوم اخوند شاہ فردوسیؒ کے بعد حضرت مخدوم جہاںؒ کے ۱۰ ویں سجادہ نشیں ہوئے۔آپ نے تصوف کی تعلیم و تربیت اپنے والد سے ہی حاصل کی اور انہیں کے مرید اور خلیفہ ہوئے۔

آپ کی زندگی بھی اپنے بزرگوار کی ہی طرح درگاہ شریف میں گذاری۔ آپ کا مزار اقدس بھی اپنے والد کے قریب ہے۔

(۱۱) حضرت مخدوم شاہ احمد فردوسیؒ

آپ اپنے والد حضرت مخدوم شاہ محمد فردوسیؒ کے بعد حضرت مخدوم جہاں کے گیارویں سجادہ نشیں ہوئے آپ اپنے والد سے ہی تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے بعد انہیں سے شرف بیعت، شاگردی اور خلافت حاصل کی۔ اور اپنے بزرگوں کی پیروی کرتے ہوئے بڑی درگاہ میں رہ کر لوگوں کی خدمت اور تعلیم و تربیت دینے میں گذارے۔آپ کا مزار اقدس بھی اپنے والد کے قریب ہے۔

(۱۲) حضرت مخدوم دیوان شاہ علی فردوسیؒ

آپ اپنے والد حضرت مخدوم شاہ احمد فردوسی کے بعد حضرت مخدوم جہاں کے ۱۲ ویں سجادہ نشیں ہوئے۔ آپ نے بھی تعلیم و تربیت والد بزرگوار سے ہی حاصل کی تھی اور عظیم صوفی ہوئے۔آپ حضرت مخدوم شاہ بھیک کے خانوادوں

میں سب سے پہلے تھے جنھوں نے بڑی درگاہ چھوڑ کر خانقاہ معظم میں آکر مستقل قیام پذیر ہوئے۔آپ کے خانقاہ معظم میں رہنے سہنے سے وہاں کی تاریکی دور ہو کر پوری خانقاہ معظم روشن ہوئی تھی اور یہ مقدس مقام ایک بار پھر حضرت مخدوم جہاںؒ کے خانوادوں سے آباد ہو گیااور اس کی روشنی دور دراز میں پھیلنے لگی۔آپ نے خانقاہ کے علاقے میں مختلف تعمیری کام کروائے۔ لنگر جاری کئے خانقاہ معظم کے علاقے کو پھر سے آباد کرنے کے سبب یہ محلّہ آپ ہی کے نام سے موسوم ہو گیا یعنی محلّہ دیوان شاہ علی سے مشہور ہو گیا۔

دور دراز سے سچی محبت اور عقیدت رکھنے والے خانقاہ معظم آکر آپ سے مستفیض ہونے لگے اور آپ کی عظمت و بزرگی کا تذکرہ دلی دربار تک جاپہونچا۔ اور سلطان وقت نے خانقاہ کے اخراجات کیلئے جاگیر پیش کی۔

آپ کی شادی حضرت مخدوم شاہ شعیب فردوسیؒ شیخپوری کے خانوادوں میں ہوئی جس سے دو لڑکے مشہور ہوئے۔

(۱) حضرت شاہ مصطفٰے (۲) حضرت مخدوم شاہ عبدالسلام

ان دونوں ہی لڑکوں سے آپ کا خاندان خوب پھلا پھولا اور اب تک پھَل پھول رہاہے۔آپ کا مزار اقدس بھی بڑی درگاہ میں اپنے بزرگوں کے ساتھ ہے۔

(۱۳) حضرت مخدوم شاہ عبدالسلام

آپ اپنے والد حضرت مخدوم دیوان شاہ علی فردوسیؒ کے بعد حضرت مخدوم جہاںؒ کے ۱۳ ویں سجادہ نشیں ہوئے۔ تعلیم و تربیت اپنے والد سے ہی حاصل کی اور انہیں سے مرید ہوئے اور خلافت حاصل کی۔ ۱۰۳۳ھ میں شہنشاہ جہانگیر نے موضع مادر پور آپ ہی کو عطیہ پیش کیا تھا۔

آپ کا مزار حضرت مخدوم جہاںؒ کے پائنتی میں دوسری لائین میں ہے۔

(۱۴) حضرت مخدوم شاہ ذکی الدین فردوسیؒ

آپ اپنے والد محترم شاہ عبدالسلام فردوسی کے بعد حضرت مخدوم جہاںؒ ۱۴ ویں سجادہ نشیں ہوئے۔

آپ اپنے والد کے شاگرد مرید اور خلیفہ تھے۔ اسلامی تعلیمات کے ماہر اور عظیم صوفی تھے مشہور مولانا عبدالنبی محدث بہاری جو کہ شیخ نورالحق محدث دہلوی کے شاگرد تھے۔ آپ سے ہی مستفیض ہوئے تھے۔ آپ ہی کے دور میں حبیب خاں ثوری نے بڑی درگاہ میں عید گاہ اور عقیدت مندوں اور زائرین کی سہولت کیلئے حوز شرف الدین (مخدوم تالاب) کی تعمیر کرایا تھا۔

آپ کا مزار مخدوم جہاںؒ کے پائنتی کے بعد تیسرے لائن میں مقیم ہے۔

(۱۵) حضرت مخدوم شاہ وجیہہ الدین فردوسیؒ

آپ اپنے والد حضرت مخدوم شاہ ذکی الدین کے بعد حضرت مخدوم جہاں کے ۱۵ ویں سجادہ نشیں ہوئے۔

درگاہ شریف کی تمام جائداد کو لیکر آپ کے سوتیلے بھائیوں نے آپ سے تنازعہ کھڑا کردیا تھا لیکن اس وقت موجودہ صوفیائے کرام اور دوسری درگاہوں کے سجادہ نشینوں نے مل کر آپ کے حقوق کی تحریری طور پر تصدیق کر دی اور اس طرح تنازعہ ختم ہوا۔

آپ اپنے دور کے مشہور صوفی حضرت شاہ رکن الدین شطاریؒ (سجادہ نشیں حضرت مخدوم شاہ علی شطاریؒ جنداہا ضلع ویشالی) سے مرید ہو کر خلافت حاصل کی تھی۔ اس کے علاوہ آپ اپنے والد کے بھی خلیفہ تھے۔

آپ کی خدمت میں اس وقت کے موجودہ گورنر عظیم الشان نے حاضری دی تھی اور بڑی درگاہ کے تعمیری کاموں میں دلچسپی لی تھی۔ سلطان فرخ سیر نے بھی کئی گاؤں مخدوم جہاں کے عرس کیلئے نذرانہ پیش کیا تھا۔ آپ کے دور میں حضرت مخدوم جہاں کا عرس مبارک بڑے دھوم دھام سے ہوتا تھا۔آپ ہی کے دور میں وہ تمام تبرکات مخدوم جہاں جو اب توشہ خانہ بڑی درگاہ میں رکھی ہیں خانقاہ معظم میں جمع تھیں۔

آپ کا مزار بھی بڑی درگاہ میں ہے۔

(۱۶) حضرت مخدوم شاہ محمد بزرگ فردوسیؒ

آپ اپنے والد حضرت مخدوم شاہ محمد بزرگ فردوسی کی وفات کے بعد حضرت مخدوم جہاںؒ کے ۱۶ ویں سجادہ نشیں ہوئے۔ لیکن آپ نے کچھ ہی دنوں کے بعد اس دار فانی سے کوچ کیا۔

(۱۷) حضرت مخدوم شاہ علی فردوسیؒ

آپ اپنے سگے بھائی حضرت مخدوم شاہ محمد بزرگ فردوسی کی وفات کے بعد حضرت مخدوم جہاں کے ۱۷ ویں سجادہ نشیں ہوئے۔ لیکن آپ بھی جلد ہی اپنے مالک حقیقی سے جاملے۔

(۱۸) حضرت مخدوم شاہ علاؤ الدین فردوسیؒ

آپ اپنے سگے بھائی حضرت مخدوم شاہ علی فردوسی کے بعد مخدوم جہاں کے ۱۸ ویں سجادہ نشیں ہوئے۔ لیکن آپ بھی دو بڑے بھائیوں کی طرح ہی جلد ہی وصال پاگئے۔

(۱۹) حضرت مخدوم شاہ بدیع الدین فردوسی

آپ اپنے سگے بھائی حضرت مخدوم شاہ علاؤ الدین فردوسی کے وصال کے بعد حضرت مخدوم جہاںؒ کے ۱۹ ویں سجادہ نشیں ہوئے اپنے ۳ بھائیوں کے جلدی جلدی وفات کے بعد آپ کے دور میں ٹھہراؤ آیا اور آپ کی مقبولیت عام ہوئی راجگیر میں حضرت مخدوم جہاںؒ کے حجرے کی تعمیر نو آپ ہی کے دور میں ۱۱۵۰ھ میں ہوئی آپ کے وقت میں ہی مغل شہنشاہ محمد شاہ رنگیلا کئی گاؤں خانقاہ معظم کو نذرانہ پیش کیا۔

آپ کا مزار اقدس بھی بڑی درگاہ میں ہے۔

(۲۰)حضرت مخدوم شاہ علیم الدین دُرویش فردوسیؒ

آپ اپنے والد حضرت مخدوم شاہ بدیع الدین فردوسی کے بعد حضرت مخدوم جہاںؒ کے ۲۰ویں سجادہ نشیں ہوئے۔آپ حضرت شاہ محمد شفیع شطاری کے مرید اور خلیفہ تھے جو کہ حضرت شاہ رکن الدین شطاری کے پرنواسے اور مرید اور خلیفہ تھے۔

آپ نہایت مشہور و معروف صوفی گذرے ہیں۔آپ کی عظمت کا تذکرہ شاہی دربار میں ہونے لگا۔ اور شاہ عالم ثانی بہار شریف میں حاضری کیلئے آیا اور آپ سے شرف ملاقات حاصل کر کے دعائیں لیں۔ اس نے کئی گاؤں حضرت مخدوم جہاں کی درگاہ کیلئے نذرانہ پیش کئے۔

شاہ عالم ثانی کے کئی شاہی فرمان خانقاہ معظم میں محفوظ ہیں جس سے اپنے دور میں حضرت شاہ علیم الدین فردوسی کی انتہائی مقبولیت اور ان کی شان و شوکت کا علم ہوتا ہے۔

آپ کی ۳ شادیاں ہوئیں۔ پہلی محل سے کوئی اولاد نہیں۔ دوسری محل سے صرف ایک لڑکی بی۔بی مریم تھیں۔ تیسری بیوی سید منور کی صاحب زادی تھیں

ان سے ایک لڑکا حضرت شاہ ولی اللہ آپ کے آخری وقت میں پیدا ہوئے۔

آپ کا مزار شریف گزشتہ سال وفات پائے حضرت مخدوم جہاں کے ۲۶ویں سجادہ نشیں حضرت مخدوم شاہ محمد امجاد فردوسیؒ کے مزار اقدس سے قریب پورب میں ہے۔

(۲۱) حضرت مخدوم شاہ ولی اللہ فردوسیؒ

اپنے والد حضرت مخدوم شاہ علیم الدین دُرویش فردوسی کے بعد حضرت مخدوم جہاںؒ کے ۲۱ویں سجادہ نشیں ہوئے۔آپ کی پیدائش بھی حضرت مخدوم جہاںؒ کی ایک واضح کرامت تھی۔ حضرت شاہ علیم الدینؒ کو تینوں شادیوں سے کوئی بیٹا پیدا نہیں ہوا ضعیفی کے آثار نمایاں ہونے لگے تو آپ کو کوئی بیٹا نہ ہونے سے مخدوم جہاں کی گدی کو چلانے اس کا انتظام و غیرہ کرنے کے کافی فکر مند ہوئے۔ اور اپنے چہیتے بیٹے حضرت احسان اللہ چشتی (سجادہ نشیں حضرت مخدوم شاہ فرید الدین تویلا بخش چشتی چاند پورہ، بہار شریف) سے اپنی تشویش کا تذکرہ کیا اور انہیں کے مشورے کے مطابق ان کے ساتھ آپ مخدوم جہاںؒ کی درگاہ شریف پر خصوصی حاضری کیلئے پھول اور دیگر خوشبودار اشیاء کے ساتھ چلے۔ راستے میں احسان اللہ چشتی نے تشویش کی طرف حضرت مخدوم جہاںؒ کی شان میں ایک منقبت تحریر کی جس میں اپنی خصوصی تشویش کی جانب حضرت مخدوم جہاںؒ کا توجہ مرکوز کیا اور اسی منقبت کو پڑھتے ہوئے درگاہ شریف میں حضرت مخدوم جہاں کے روضہ اقدس میں حاضری دی اور وہ رات وہیں درگاہ شریف پر مراقبہ میں گذارا تو ایک تیز ذہین بچہ کی انہیں بشارت دی گئی۔ حضرت شاہ احسان اللہ چشتی کے منقبت کے چند بند اس طرح ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

یاشرف دیں تجھ شرف سے جملہ عالم پر شرف
جملہ عالم پر شرف ہے تجھ شرف سے ہر طرف
ظلم کرنا چاہتا ہے حاسد ناداں ہر طرف
مشکلیں آسان کرو میری پئے شاہِ نجف

ایک تو میں ہوں اکیلا دوسرے سنسان ہے
تس اوپر ان حاسدوں کے ڈاہ کا گھمسان ہے
تم کرو آباد اس جنگل کو جو ویران ہے
مشکلیں آساں کرو میری پئے شاہِ نجف

جو مرادیں تھیں میری تم نے بر لادیا شتاب
شاد ہیں سب دوست میرے اور ہیں دشمن کباب
آرزو ایک اور رکھتا ہوں اے عالی جناب
مشکلیں آساں کرو میری پئے شاہِ نجف

یا شرف دیں تجھ سے رکھتاہوں میں یہ التجا
شاہ علیم الدین کو دے تو ایک پسر بہر خدا
ورنہ چنگل میرا اور دامن تیرا روز جزا
مشکلیں آساں کرو میری پئے شاہِ نجف

سال ہجری گیارہ سو اسی اور اس پر پانچ ہے
یہ حکایت بولتاہوں تم سنو سب سانچ ہے
لگ رہی اب دل میں میرے عشق کی سو آنچ ہے
مشکلیں آساں کرو میری پئے شاہِ نجف

رو رو کر کی گئی یہ بنتی مقبول بارہ ہو گئی اور حضرت شاہ ولی اللہ کی پیدائش ہوئی۔ آپ چار پانچ برسوں کے ہی ہوئے تھے کہ آپ کے والد بزرگوار نے وصال کیا۔ حضرت شاہ علیم الدین کے وصال کے بعد آپ کے سوتیلے بھوئی کو مخدوم جہاں کے مسند سجادگی پر فائز کرنے کی کوشش ہوئی ادھر خاندان کے زیادہ تر لوگ روایت کے مطابق والد کے بعد صاحب زادے کو ہی سجادہ نشیں بنانا چاہتے تھے اس لئے ایک تنازعہ کھڑا ہو گیا۔ مسئلہ کے حل کی غرض سے دونوں فریقین اور ان کے حمایتیوں نے اس دور کے سب سے عظیم صوفی حضرت مخدوم منعم پاکؒ کو اس اہم فیصلہ کیلئے منتخب کیا۔

حضرت مخدوم منعم پاکؒ جس کی خدمت پیڑھی در پیڑھی اس مصنف کے خاندان میں چلی آتی ہے۔ حضرت مخدوم جہاںؒ کے بھگت تھے۔ انھوں نے کہا کہ حضرت مخدوم جہاںؒ جو فیصلہ کریں گے اس کو نافذ کیا جائیگا۔ یہ کہہ کر درگاہ شریف چلے گئے۔ اور حضرت مخدوم جہاں کے مزار مبارک پر بیٹھ گئے اور مراقبہ کیا۔ جب واضح ہدایت ملی تو وہ مقدس چادر جو نئے سجادہ نشیں کی دستار کیلئے مخدوم جہاں کے مزار شریف پر رکھی جاتی ہے۔ لیکر خانقاہ معظم تشریف لائے سبھوں کی نگاہ آپ کی طرف تھی اور آپ کا فیصلہ سننے کیلئے ہر دل بے چین تھا۔ حضرت شاہ احسان اللہ چشتی کم عمر شاہ ولی اللہ کو خانقاہ میں مخدوم جہاں کے گدی کے پاس لے گئے۔ حضرت مخدوم منعم پاکؒ نے یہ کہتے ہوئے حضرت شاہ ولی اللہ کے سر پر مقدس چادر کی پہلی دستار اپنے دست مبارک سے باندھ دی کہ جس طرح حضرت مخدوم جہاں کو ان کے سر پر باندھتے ہوئے دیکھا ہے ٹھیک اسی طرح میرے ہاتھوں سے یہ کام انجام پارہا ہے۔ آپ کی پگڑی کے بعد سبھی صوفیوں اور دوسری خانقاہوں سے آئے سجادہ نشینوں نے بھی اپنی اپنی جانب سے پگڑی باندھی اور سارا تنازعہ ختم ہو گیا۔ اور متفقہ

(۲۳)حضرت جناب حضور مخدوم شاہ امین احمد فردوسیؒ

۱۲۸۷ـ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۹۰۳ـ ۱۸۷۰ء

آپ اپنے والد حضرت سید شاہ امیرالدین فردوسی کے بعد حضرت مخدوم جہاں کے ۲۳ویں سجادہ نشیں ہوئے اور تقریباً ۳۴ برسوں تک خانقاہ معظم میں اپنی زمہ دراریاں اور اپنے فرائض کی انجام دینے میں مصروف رہے۔

آپ کی ولادت باسعادت ۲۳ رجب ۱۲۴۸ھ بروز سموار کو شب میں ہوئی آپ نے اس وقت نامور اساتذہ کرام جناب مولانا عنایت حسین، حضرت مولانا حامی سیدوزیرالدین اور حضرت مولانا محمد موسیٰ ملتانی سے تعلیم و تربیت حاصل کی جب آپ ۲۰ برس کے ہوئے توآپ تعلیم میں مہارت حاصل کر چکے تھے۔آپ بیحد ذہین اور یاد داشت کا یہ عالم تھا کہ صرف ایک بار پڑھنے سے یاد ہو جاتا تھا۔ آپ کے استاد محترم اور ساتھی تمام لوگ آپ کی فہم اور سمجھ کے تئیں حیرت زدہ رہتے تھے۔آپ بہترین خوشخط کے مالک تھے۔

آپ بڑے حسین و جمیل تھے آپ کا چہرہ نورانی ایسا پُر کشش تھا کہ جو بھی دیکھتاوہ دم بخود ہو جاتا تھا۔

تصوف کی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی اور پھر اُنھیں کی ہدایت کے مطابق حضرت مخدوم شاہ شعیب فردوسیؒ کے سجادہ نشیں حضرت شاہ جمال علی فردوسی سے مرید ہوئے اور اپنے والد کے علاوہ ان سے بھی خلافت حاصل کی۔ حضرت شاہ جمال علی کے وصال کے بعد آپ نے مشہور صوفی حضرت شاہ ولایت علی معمی اسلامپوری کی خدمت میں حاضر ہو کر بہت کچھ فیض حاصل کیا اور خلافت بھی ان سے حاصل کی۔

آپ اپنے د کے مشہور صوفی اور علم داں گذرے ہیں تمام صوفی وقت آپ کا نام نہ لیکر بڑے ادب و احترام سے آپ کو جناب حضور کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔

آپ کے بعد مخدوم جہاں کے سجادہ نشیں جناب حضور کہلانے لگے۔ فارسی زبان و ادب میں آپ کو نمایاں عبور حاصل تھا۔ فارسی نظم ونثر میں آپ کی کافی تخلیقات ہیں۔

جن میں اہم اہم مندرجہ ذیل ہیں.........

(۱) شجرات طیبات (۲) سلسلۃ العالی

(۳) گلِ فردوس (۴) گلِ بہشتی

(۵) روضۃ النعیم (۶) عبرت افضا

(۷) شہد و شیر (۸) رسالہ علم نجوم

(۹) رسالہ علم رمل (۱۰) چوپائیوں کا مجموعہ

آپ نے شاعری میں اپنا تخلص "ثباتؔ" رکھا تھا اور اردو میں بھی آپ کی نظمیں اور غزلیں ہیں۔

آپ سے بے شمار لوگوں نے تصوف کی تعلیم حاصل کی آپ نے تقریباً ایسے ۳۵ اشخاص کو تعلیم و تربیت سے نواز کر انھیں خلافت بھی عطا کردی جن میں مشہور خلفاء مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) حضرت مولانا شاہ برہان الدین فردوسیؒ (صاحب زادے)

(۲) حضرت جناب حضورؒ شاہ محمد حیات فردوسیؒ (پوتے)

(۳) حضرت سید شاہ وصی احمد عرف شاہ برائیؒ (صاحب زادے)

(۴) حضرت مولانا شاہ محمد فاضلؒ (داماد)

(۵) حضرت مولانا شاہ محمد سعیدؒ (صاحب زادے)

(۶) حضرت مولوی جمال الدین گورکھپوری

(۷) حضرت سید شاہ محمد ناظم مانپوری

(۸) حضرت مولوی عبدالرحمٰن امرتسری

(۹) حضرت شیخ محمد اسمٰعیل بمبئی

(۱۰) حضرت سید شاہ ابو محمد اشرف حسین سجادہ نشیں کچھوچھا شریف (فیض آباد)

(۱۱) حضرت مولانا شاہ رشید الدین (صاحب زادے)

(۱۲) حضرت حافظ سید شاہ محمد شفیع فردوسیؒ (صاحب زادے)

(۱۳) حضرت شاہ محمد الیاس یاس بہاریؒ (صاحب زادے)

(۱۴) حضرت شاہ محمد نجم الدین فردوسی (پوتا) وغیرہ

(۱۵) حضرت سید شاہ وجیہہ احمد (صاحب زادے)

(۱۶) حضرت شاہ حمید احمد (صاحب زادے)

(۱۷) حضرت شاہ خضر احمد (صاحب زادے)

آپ اپنے بزرگوں کی طرح خطوط کے ذریعہ اعلیٰ تعلیم و تربیت کا بھی امور انجام دیا۔

آپ نے اپنی بیویوں کی وفات کے سبب پانچ شادیاں کیں اور ان بیویوں سے کثیر تعداد میں بچے اور بچیاں ہوئیں۔ آپ کی تمام اولادیں تعلیم کے میدان میں نمایاں کامیابیاں حاصل کیں۔

آپ کے حیات اور کارنامے پر مبنی ایک تفصیلی کتاب آپ کے پوتے حضرت شاہ نجم الدین فردوسی نے تحریر کی ہے جو "حیات ثبات" کے نام سے مخطوطہ کی شکل میں محفوظ ہے۔ آپ کے حیات اور کارناموں پر تحقیق کا کام آپ کے خانوادوں میں سے ایک ڈاکٹر علی ارشد شرفی صاحب، ڈاکٹریٹ کی ڈگری (سند) حاصل کی ہے۔

آپ نے ۵ جمادی الثانی ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۲ مئی ۱۹۰۳ء کو شب کے ایک بجکر

۵۵ منٹ پر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

(۲۴) جناب حضور حضرت مخدوم سید شاہ محمد حیات فردوسیؒ

۱۳۲۱۔ ۱۳۵۴ھ / ۱۹۰۳۔ ۱۹۳۵ء

آپ اپنے دادا حضرت جناب حضور سید شاہ امین احمد فردوسی کے بعد والد کے اچانک انتقال کے سبب حضرت مخدوم جہاں کے ۲۴ ویں سجادہ نشیں ہوئے اور تقریباً ۳۲ برسوں تک اس عہدہ پر فائز رہے اور رشد و ہدایت کی تعلیم سے لوگوں کو نوازتے رہے۔

آپ کی پیدائش ۱۲۹۷ھ میں ہوئی آپ نے تعلیم و تربیت اپنے پھوپھا حضرت مولانا شاہ محمد فاضل صاحب سے حاصل کی اور اپنے دادا سے شرف بعیت اور خلافت حاصل کی!

آپ کو شعر و شاعری اور فنِ موسیقی سے خاصا دلچسپی تھی اسی کے ذریعہ آپ ذکرو شغل مین مصروف رہتے تھے۔ اردو اور خاص طور سے ہندی اور مگھی زبان کی شاعری پر آپ کو عبور حاصل تھا۔

یکم جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۵ء میں آپ واصل بحق ہوئے۔ آپ کا مزار قدس اپنے والد کے پچھم طرف ہے۔

(۲۵) جنابحضور حضرت مخدوم سید شاہ محمد سجادفردوسیؒ

۱۹۳۵۔ ۱۹۷۶ء

آپ اپنے والد جناب حضور سید شاہ محمد حیات فردوسی کے بعد حضرت مخدوم جہاںؒ کے ۲۵ ویں سجادہ نشیں ہوئے اور تقریباً ۴۱ برسوں تک اس مقدس گدی پر فائز رہے۔

آپ کی پیدائش ۱۹۱۱ء میں ہوئی تھی آپ نے اپنی تعلیم و تربیت اپنے والد

سے حاصل کی اور انھیں سے بیعت و خلافت بھی حاصل کی۔

آپ اپنے دور عظیم المرتبت صوفی اور نہایت مقبول گدی نشیں گزرے ہیں۔ آپ ہی کے دور میں آپ کی اجازت سے حضرت مخدوم جہاں کے روضۂ مبارک پر ایک حسین گنبد و مینار تعمیر کیا گیا۔ آپ کے مریدین، معتقدین اور ہم عصر لوگ ابھی بھی موجود ہیں اور وہ لوگ آپ کی عظمت و شان اور بزرگی اور اچھے اخلاق کی دہائی دیتے رہتے ہیں۔

آپ نے ۲۵ شوال ۱۹۷۶ء میں دن کے تقریباً ایک بج کر ۳۰ منٹ پر وصال فرمایا۔

(۲۶) جنابحضور حضرت سید شاہ محمد امجاد فردوسیؒ

۱۹۷۶ـ۱۹۹۷ء

آپ اپنے والد محترم حضرت جنابحضور سید شاہ محمد سجاد فردوسیؒ کے بعد حضرت مخدوم جہاںؒ کے ۲۶ ویں سجادہ نشیں ہوئے اور تقریباً ۲۱ برسوں تک اس مقدس گدی پر فائز رہے۔ بیعت و خلافت اُنہی سے ہوئی اور اُنہیں کے شاگرد بھی رہے۔

آپ نہایت رحم دل تھے اور بہترین اخلاق کے مالک تھے آپ نے بہت ہی سادگی کے ساتھ زندگی بسر کی اور اپنی زندگی کو خدمت خلق کیلئے وقف کر دیا تھا مولانا علیم الدین بلخی کے بقول آپ بڑے عبادت گزار تھے۔ آپ نے لوگوں کے دکھ درد، انکی پریشانیوں و مصیبتوں کے بارے میں سن کر ایسے بے چین ہو اٹھتے تھے کہ جیسے وہ تمام پریشانیاں آپ پر خود آپڑی ہوں۔ آپ قربانی اور صبر و تحمل کی بے مثال جیتی جاگتی تصویر تھے۔ آپ کو تصنع بناوٹ جھوٹی شان و شوکت سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ آپ کے حالات زندگی پر ایک تفصیلی کتاب زیر تحریر ہے جس میں مفصل طور

پر تمام پہلوؤں کا تذکرہ کیا جائیگا۔

آپ کے دور میں خانقاہ معظم کی تعمیر و ترقی اور اس کے فروغ میں بہت اہم اہم اور تاریخی کام انجام دئے گئے۔ حضرت مخدوم جہاں کے حجرے اور خانقاہ معظم اور حضرت مخدوم جہاں کے مزار شریف کی تعمیر نو جیسا اہم کام انجام پذیر ہوا۔ حضرت مخدوم جہاں کی تخلیقات مکتوبات دوصدی معدن المعانی، خوان پر نعمت، مونس المریدین وغیرہ جیسی نادر کتابوں کا پہلی بار اردو ترجمہ شائع ہوا۔

آپ کے مرید اور شاگرد نہ صرف اس براعظم میں ہیں بلکہ عرب ممالک اور امریکہ میں بھی ہیں آپ انتہائی مقبول اور عظیم الشان صوفی گذرے ہیں۔

آپ ۲۳صفر ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۹ جون ۱۹۹۷ء بروز اتوار ۲ بجے دن اللہ اللہ کرتے ہوئے اللہ کو پیارے ہوگئے اور بڑی درگاہ میں اپنے والد بزرگوار کے قدموں میں مدفون ہوئے۔

موجودہ سجادہ نشیں

(۲۷) حضرت جنابحضور سید شاہ محمد سیف الدین فردوسی مدظلہ

آپ اپنے والد محترم جنابحضور سید شاہ محمد امجاد فردوسیؒ کے بعد ۲۶ صفر ۱۴۱۸ھ کو آخری بدھ کے دن اور ۲ جولائی ۱۹۹۷ء کو حضرت مخدوم جہاں کے ۲۷سجادہ نشیں کی حیثیت سے اس مقدس گدی پر جلوہ افروز ہوئے۔

آپ نے لکھنؤ میں مقیم دار العلوم ندوۃ العلماء سے تحصیل علم میں فراغت حاصل کی اور تصوف میں بیعت و خلافت اور شاگردی اپنے والد محترم سے حاصل کی۔

آپ کی سرپرستی میں ایک مدرسہ جامعۃ اشرف کے نام سے خانقاہ معظم میں چل رہا ہے جس میں حفظ اور ناظرہ کی تعلیم سے بچوں کو آراستہ کیا جا رہا ہے آپ کے دور میں شروع ہی میں حضرت مخدوم حسین نوشۂ توحید بلخیؒ کی مقدس درگاہ شریف (بہاڑپورہ) کی ایک طویل چہار دیواری کی تعمیر کا ایک تاریخی کام بڑی تیزی کے ساتھ بحسن خوبی انجام پذیر ہوا اور بڑی درگاہ میں بھی کھلے آنگن اور صحن میں سنگ مرمر کے فرش بچھانے کے ساتھ ساتھ درگاہ شریف کی حسن کاری کا کام بھی بڑے پیمانے پر جاری ہے آپ کے دور میں حضرت مخدوم جہاں کی نادر تصنیف "فوائد رکنی" آپ کی خصوصی دلچسپی سے شائع کی گئی اور حضرت مخدوم جہاں کی ہندی میں سوانح "جیون اور سندیش" پہلی بار شائع ہوئی۔ اور یہ کتاب "مخدوم جہاں" کے علاوہ معدن المعانی کا دوسرا ایڈیشن بھی شائع ہونے والا ہے۔ جس کے دور کا آغاز ہی اتنا تاریخی اور اتنا حسین ہو اس کا انجام کتنا لازوال ہوگا اس کو صرف محسوس کیا جا سکتا ہے۔ جس سورج کے طلوع کے وقت اس کے کرن کی ایک سمت ہو اس کی روشنی کا کیا پوچھنا بس محض احساس سے تعلق ہے۔ کسی شاعر نے آپ کی شان میں بڑی اچھی بات کہی ہے ؎

مقام سیفو بابو ہم سے کیا پوچھو اے لوگو
بڑی درگاہ میں جا کر بڑے سرکار سے پوچھو

بہ شکل سیفو بابو خود شرف الدین بیٹھے ہیں
یقیں نہ آئے تو مخدوم کے آثار سے پوچھو

......☆......

میں انھیں دعاؤں کے ساتھ اس کتاب کا اختتام کرتا ہوں کہ اللہ پاک

اپنے حبیب ﷺ اور پیران سلاسل فردوسیہ کے صدقے طفیل سے ان کی عمر دراز کرے مخدوم جہاں کی عملی تصویر ہوں اور اپنے آبا و اجداد کیلئے قابل فخر بنیں مخدوم جہاں کی گدی کی روشنی ہر چہار طرف اور دور دراز میں پھیلے اور یہ حضرت مخدوم جہاں کے سجادہ نشینوں کا سنہرا دور ہمیشہ ہمیشہ زندہ و تابندہ رہے۔ امین ثم آمین

میرے پیرے شرف توری نگری سلامت

میرے شاہ شرف توری ڈیوڑھی سلامت۔ عرج کرے ایک ناری

گھرواسے نکسی برج تالے ٹھاری

انسوا بھیجے موری ساری

سب سنہم یاں بھر بھر گیلں۔ میں تو درواجے ٹھاری

میرے پیر شرف۔ میرے شاہ شرف توری نگری سلامت

......☆☆☆......

مطبوعات مکتبہ شرف

۱ مکتوبات صدی حضرت مخدوم جہاںؒ شاہ نجم الدین احمدؒ شاہ الیاس یاسؔ بہاری

۲ مکتوبات دو صدی " " شاہ قسیم الدین احمد بلخی فردوسی

۳ مکتوبات بست وہشت " " شاہ علی ارشد شرفی

۴ مکتوبات حسین (زیر طبع) مخدوم حسین نوشہ توحیدؒ شاہ قسیم الدین احمد و شاہ علی ارشد شرفی

۵ شرح آداب المریدین (اول) مخدوم جہاںؒ شاہ قسیم الدین احمد بلخی فردوسی

۶ مونس المریدین " " " " " "

۷ فواید المریدین " " " " " "

۸ معدن المعانی دوسرا ایڈیشن زیر طبع " " " "

۹ عقیدۂ شرفی (اردو) " " " " " "

۱۰ اوراد دہ فصلی مخدوم حسین نوشہ توحیدؒ " " " "

۱۱ خوان پر نعمت مخدوم جہاںؒ شاہ علی ارشد شرفی

۱۲ فواید رکنی " " " "

۱۳ ارشاد السالکین و ارشاد الطالبین " " " "

۱۴ اوراد شرفی (اردو) مخدوم جہاںؒ حافظ شاہ محمد شفیع فردوسیؒ

۱۵ مخدوم جہاں جیون اور سندیش (ہندی) ڈاکٹر سید شاہ شمیم الدین احمد منعمی

۱۶ مناقب الاصفیاء (زیر طبع) مخدوم شاہ شعیبؒ ڈاکٹر شاہ علی ارشد شرفی

شائع کردہ: مکتبہ شرف، بیت الشرف، خانقاہ معظم، بہار شریف، نالندہ ۸۰۳۱۰۱